شوریٰ واہتمام

از

فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی زیدمجدہم

مفتی اعظم ہند

مُرتّب

محمد فاروق عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ محمودیہ علی پور

نوگزہ پیر ہاپوڑ روڈ میرٹھ

شوریٰ واہتمام

از

فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی زید مجدہم

مفتی اعظم ہند

مرتب

محمد فاروق عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ محمودیہ علی پور

نوگزہ پیر ہاپوڑ روڈ میرٹھ

نام کتاب ــــــــ شوریٰ واہتمام

افادات وفتویٰ ــــــــ فقیہ الامت حضرت اقدس

ــــــــ مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

ــــــــ مفتی اعظم ہند

مرتب ــــــــ محمد فاروق غفرلہ

کتابت ــــــــ عطاء الرحمٰن قاسمی

صفحات ــــــــ ۹۰

سنہ اشاعت ــــــــ ۱۴۰۸ھ

تعداد ــــــــ ایک ہزار

قیمت ــــــــ

ناشر

مکتبہ محمودیہ نزد جامعہ محمودیہ نوگزہ پیر ہاپوڑ روڈ میرٹھ یوپی

"فہرست مضامین"

شوریٰ و اہتمام

تمت وبالفضل عمت

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

عرض مرتب

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم امّا بعد

اس وقت "اہتمام وشوریٰ" یا "اہتمام وانتظامیہ" علمی حلقہ کا موضوع خاص بنا ہوا ہے کہ ان میں اقتدار اعلیٰ کس کو حاصل ہے اور کون حاکم ومحکوم۔ تابع ومتبوع ہیں۔ بعض رسالے بھی اس موضوع پر لکھے گئے ہیں۔ جواب بھی لکھا گیا ہے۔ جسمیں بڑی محنت وکاوش سے بڑا علمی مواد فراہم کیا گیا ہے۔ بعض میں نظائر وشواہد اور واقعات کو جمع کیا گیا ہے۔ بعض رسائل میں غلو بھی ہے کہ اپنے مقصد کے موافق نظائر کو بڑی قوت سے پیش کیا ہے اور اپنے مدعا کے خلاف دلائل سے قصداً اغماض کیا گیا ہے۔ ضرورت تھی کہ غیر جانبدارانہ طور پر اس کا تحقیقی جائزہ لیا جائے اور قرآن وحدیث کی روشنی میں اسکو حل کیا جائے اور قرون اولیٰ (قرون مشہود لہا بالخیر) کے نظائر وواقعات اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا تعامل پیش کیا جائے تاکہ انصاف پسند عوام وخواص طبقہ کی تشویش رفع ہو۔

حسن اتفاق کہ فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی زید مجدہم (مفتی اعظم ہند) کا مفصل فتویٰ زمانۂ قیام جامع العلوم کانپور ۱۳۷۵ھ میں تحریر فرمایا ہوا دستیاب ہوگیا۔ جسمیں تفصیلی تحقیقی طور پر غیر جانبدارانہ اسکا جائزہ لیا گیا ہے اور استفتاء میں ذکر کردہ دلائل ونظائر کا قرآن وحدیث، اجماع۔ تعامل خلفائے راشدین کی روشنی میں اور کتب فقہ کے حوالوں سے نہایت جامع اور نہایت متانت وسنجیدگی سے جواب دیا گیا ہے۔ جس کو

بغور دیکھنے کے بعد کسی انصاف پسند طالب حق کو کوئی تردّد اور شبہ باقی نہیں رہے گا انشاء اللہ۔ اور معاند کیلئے بڑے بڑے دفتر بھی ناکافی ہیں۔

جو فتاوی محمودیہ جلد سادس اور اہتمام و شوریٰ کی شرعی حیثیت (مصنفہ مولانا ریاست علی صاحب مدرس اعلیٰ دارالعلوم دیوبند) میں شائع بھی ہو چکا ہے، خیال ہوا احباب کا بھی اصرار ہوا کہ اس کو علیحدہ سے مستقل طور پر شائع کر دیا جائے۔ سو بحمد اللہ وہ فتویٰ آپ حضرات کے ہاتھوں میں ہے۔

اسکے ساتھ ساتھ حضرت اقدس مولانا الحاج القاری المفتی سعید احمد صاحب (نور اللہ مرقدہ) مفتی اعظم مظاہر علوم سہارنپور کا تحریر فرمودہ فتویٰ بھی دستیاب ہوا جس میں مظاہر علوم سہارنپور کی مجلس شوریٰ (سرپرستان) اور مہتمم و ناظم مدرسہ کے اختیارات اور ہر ایک کے مقام کو بصراحت واضح کیا گیا ہے۔

حضرت موصوف (نور اللہ مرقدہ) کی تحقیقی رائے ان کی مخصوص دقت نظر و فہم تعمق علمی اور خداداد بصیرت و صلاحیت (جو کہ مسلّم ہے) کی بنا پر یقیناً علمی حلقہ میں بالخصوص ان کے تلامیذ و منتسبین اور اولاد و احفاد کیلئے قابل قبول ہو گی اسلئے حضرت موصوف نور اللہ مرقدہ کا فتویٰ بھی اس کے ساتھ شامل کر کے شائع کیا جا رہا ہے۔

اشاعت کے وقت چند سطریں بطور پیش لفظ لکھنے کا ارادہ تھا۔ مگر حضرت اقدس حضرت مفتی صاحب زید مجدھم کی توجہ کی برکت سے ۔۔۔ یہ پیش لفظ خاصا طویل ہو گیا اور مستقل رسالہ کی شکل بن گیا اور کافی نظائر و دلائل اسمیں جمع ہو گئے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

حضرت اقدس مفتی صاحب دامت برکاتہم نے اس حصہ کو بھی حرفاً حرفاً سنا ہے اور جابجا اصلاحات فرمائی ہیں تاہم فرد گذاشت کا ہونا احقر کی علمی

بے بضاعتی کی بنا پر کوئی بعید نہیں۔
ناظرین جو سقم بھی محسوس فرمائیں اس سے مطلع فرمائیں انشاء اللہ غور کرنے کے بعد اصلاح طلب چیز کی آئندہ طباعت کے موقع پر اصلاح کردی جائے گی۔ خدا کرے یہ رسالہ طالبان حق کیلئے رفع تشویش و تشنگی کا ذریعہ بنے اور باہمی نزاعات کے خاتمہ کا سبب۔

وما ذالک علی اللہ بعزیز

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم وتب علینا انک انت التواب الرحیم
وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه سیدنا ومولانا وحبیبنا محمد و آله وصحبه وبارک وسلم تسلیماً کثیراً کثیراً ابداً ابداً

فقط

محمد فاروق غفرلہٗ

۱۴۰۸/۱۲/۲۵

پیش لفظ

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ اٰلہ واصحابہ اجمعین

اما بعد!

ضرورت مشورہ و ثبوت شوریٰ

روح المعانی میں وشاورھم فی الامر الآیۃ کے تحت اس حکم وشاورھم فی الامر کی کئی وجہیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک وجہ یہ بیان فرمائی۔ او ان تکون سنۃ بعدہ لامتہ والیہ ذھب الحسن فقد اخرج البیھقی عنہ انہ قال فی الآیۃ قد علم اللہ تعالیٰ مابہ الیھم حاجۃ ولٰکن اراد ان یستن بہ من بعدہ۔ روح المعانی صـ۱۰۶ الجزء الرابع:۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ حکم اسلئے فرمایا تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کیلئے ایک سنت جاری ہو جائے۔ حضرت حسن بصریؒ نے اسی کو اختیار فرمایا ہے بیہقیؒ نے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے اس آیت کے بارے میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے مشورہ کی کوئی حاجت نہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد والے لوگ اس طریقہ کو اختیار کریں (اس لئے یہ حکم ارشاد فرمایا)۔

احکام القرآن لابی بکر الجصاص میں ہے لیکون لاجلال الصحابۃ

ولتقتدی الامۃ بہ فی المشاورۃ - ج ۲ ص ۳۰ یہ حکم اس لئے فرمایا تاکہ اس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان جلالت کا اظہار بھی ہو جائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت مشاورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اقتدا کرے اسی کی تائید حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اس حدیث سے ہوتی ہے جس کو ابن عدی اور بیہقی نے بسند حسن نقل فرمایا ہے۔ ویؤیدہ ما اخرجہ ابن عدی والبیہقی فی الشعب بسند حسن عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال لما نزلت (وشاورھم فی الامر) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما ان اللہ ورسولہ لغنیان عنہا ولکن جعلہا اللہ تعالیٰ رحمۃ لامتی ممن استشار منہم لم یعدم رشداً ومن ترکہا لم یعدم غیاً - روح المعانی الجزء الرابع ص ۱۰۶۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جب آیت (وشاورھم فی الامر) نازل ہوئی تو حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ اور اس کا رسول اس (مشورہ) سے بے نیاز ہیں لیکن اس کو اللہ تعالیٰ نے میری امت کیلئے رحمت بنایا ہے، پس ان میں سے جو مشورہ کرے گا وہ صحیح رہنمائی سے محروم نہیں ہو گا اور جو اس کو ترک کر دیگا وہ گمراہی کو معدوم نہیں کرے گا (گمراہی سے نہیں بچے گا)

اشکال مع جواب

آیت پاک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مشورہ کا حکم دیا گیا ہے حالانکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول اور صاحب وحی ہیں، آپ کو کسی سے مشورہ کی کیا حاجت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر چیز بذریعۂ وحی معلوم ہو سکتی ہے۔ اسی لئے بعض علماء نے اس حکم مشورہ کو اس پر محمول کیا ہے ـ ـ ـ کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ مشورہ کی ضرورت تھی نہ اس مشورہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کام کا مدار تھا، صرف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اعزاز اور دلجوئی کیلئے ان سے مشورہ کا حکم دیا گیا ہے۔ لیکن امام ابوبکر جصاصؒ نے اس کو رد کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اگر یہ معلوم ہو کہ ہمارے مشورہ پر کوئی عمل نہیں ہوگا اور نہ مشورہ کا کسی کام پر کوئی اثر ہے تو پھر اس مشورہ پر کچھ دلجوئی اور اعزاز نہیں رہتا بلکہ یہ ظاہر کر کے کہ ان کی آراء غیر مقبول ہیں اور ان کی آراء کا درجہ یہ ہے ان کو وحشت میں ڈالنا ہے۔ (احکام القرآن ج ۲ ص ۴۱)

بلکہ حقیقت امر یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عام امور میں تو براہ راست حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے بذریعۂ وحی ایک طریق کار متعین کر دیا جاتا ہے، مگر بمقتضائے حکمت و رحمت بعض امور کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے اور صوابدید پر چھوڑ دیا جاتا ہے،، ایسے ہی امور میں مشورہ کی ضرورت ہوتی ہے اور اسی قسم کے امور میں مشورہ لینے کا حکم کیا گیا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجالس مشاورت کی تاریخ بھی یہی بتلاتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غزوہ بدر کیلئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے مشورہ لیا تو صحابہ کرام رضؓ نے عرض کیا۔ اگر آپؐ ہمیں دریا میں کود پڑنے کا حکم دیں تو ہم اس میں کود پڑیں گے، اور اگر آپؐ ہمیں برک الغماد جیسے دور دراز مقام کی طرف چلنے کا ارشاد فرمائیں گے تو ہم آپؐ کے ساتھ ہوں گے۔ ہم حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھیوں کی طرح یہ نہ کہیں گے کہ آپ اور آپ کا رب کفار سے مقاتلہ کریں۔ بلکہ ہم یہ عرض کریں گے کہ آپ تشریف لے چلیں ہم آپؐ کے ساتھ آپؐ سے آگے اور پیچھے اور دائیں بائیں دشمن کا مقابلہ کریں گے۔

اسی طرح غزوۂ احد میں اس بارہ میں مشورہ فرمایا کہ کیا مدینہ منورہ (زادہا اللہ شرفاً و کرامۃً) کے اندر رہ کر دشمن کی مدافعت کریں یا شہر سے باہر نکل کر عام طور سے صحابہ کرام رضؓ کی رائے باہر نکلنے کی ہوئی۔ تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسی کو قبول فرمالیا۔

غزوۂ خندق میں ایک خاص معاہدہ پر صلح کرنے کا معاملہ درپیش آیا تو حضرت سعد بن معاذ اور سعد بن عبادۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس معاہدہ کو مناسب نہ سمجھ کر اختلاف کیا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں حضرات کی رائے قبول فرمائی ۔

حدیبیہ کے ایک معاملہ میں مشورہ لیا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے پر فیصلہ فرمادیا ۔ قصۂ افک اور دوسرے بہت سے معاملات میں صحابہ کرام سے مشورہ لیا جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے بذریعۂ وحی کوئی خاص جانب متعین نہیں کی گئی تھی ،

خلاصہ یہ ہے کہ نبوت و رسالت اور صاحبِ وحی ہونا کچھ مشورہ کے منافی نہیں ، اور یہ بھی نہیں کہ یہ مشورہ محض نمائشی دلجوئی کیلئے ہو اس کا اثر معاملات پر نہ ہو بلکہ بہت مرتبہ مشورہ دینے والوں کی رائے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رائے کے خلاف بھی قبول فرمالیا ۔ بلکہ بعض امور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے بذریعۂ وحی کوئی خاص صورت متعین نہ فرمانے اور مشورہ لیکر کام کرنے میں حکمت ومصلحت یہ بھی ہے کہ آئندہ امّت کیلئے ایک سنت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے جاری ہو جائے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مشورہ سے استغناء نہیں تو پھر ایسا کون ہے جو استغناء کا دعویٰ کرسکے ۔ اسی لئے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں ایسے مسائل میں مشاورت کا طریقہ ہمیشہ جاری رہا جن میں کوئی نصِ شرعی نہ تھی اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا بھی یہی معمول رہا بلکہ بعد میں تو ایسے احکام شرعیہ کی دریافت کیلئے بھی مشورہ کا معمول رہا جنمیں قرآن وحدیث کا کوئی صریح فیصلہ نہ تھا کیونکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سوال کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی طریق کار بتلایا تھا (معارف القرآن ج ۲ ص ۲۲۲)

باہمی مشورہ کی مدح وپسندیدگی

صاحب روح المعانی نے (وامرھم شوریٰ بینھم) کے تحت فرمایا ،

وجئ بالجملة اسمية مع ان المعطوف عليه جملة فعلية للدلالة على ان التشاور كان حالهم المستمرة قبل الاسلام وبعده وفي الآية مدح التشاور لاسيما على القول بان فيما الاخبار بالمصدر ۔ روح المعانی الجزالخامس والعشرون ص۴۷ ۔

(اس آیت میں) "جملہ اسمیہ" لایا گیا ہے حالانکہ معطوف علیہ جملہ فعلیہ ہے اس پر دلالت کرنے کیلئے کہ باہمی مشورہ کرنا یہ ان کی حالت مستمرہ تھی قبل الاسلام بھی اور بعدالاسلام بھی اور اس آیت میں باہمی مشورہ کی تعریف بھی ہے خصوصاً اس قول پر کہ اس آیت میں مصدر کو خبر لایا گیا ہے ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے جسکو بیہقی نے نقل فرمایا ہے ۔ وقد اخرج البيهقي في شعب الايمان عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما عن النبی صلی الله علیه وسلم قال من اراد امرا فشاور فيه وقضى هدى لارشد الامور (حوالہ بالا)

حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے کسی کام کا ارادہ کیا اور اس میں مشورہ کیا پھر اس کو کیا تو بہترین امر کی اسکو رہنمائی کیجائیگی ۔

اسی طرح حضرت حسن بصری رح سے روایت ہے جسکو عبد بن حمید نے اور امام بخاریؒ نے "الادب المفرد" میں تخریج کیا ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ کوئی قوم جب مشورہ کرتی ہے تو ان کو ضرور ان کے بہترین امر کی رہنمائی کیجاتی ہے ۔ (حوالہ بالا)

اس سے بھی واضح حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے ۔ عن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا كان امرائكم خياركم واغنيائكم اسخيائكم وامور كم شورى بينكم فظهر الارض خير لكم من بطنها واذا كان امرائكم

شرارکم واغنیائکم بخلائکم وامورکم الی نسائکم فبطن الارض خیر لکم من ظھرھا ۔ الالۃ الخفار جلد اول مترجم ملا۔

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تک تمہارے بہترین اشخاص تمہارے سردار ہوتے رہیں، اور تمہارے مالدار لوگ سخاوت کرتے رہیں، اور تمہارے کام تمہارے باہمی مشوروں سے طے ہوتے رہیں تو زمین کی پیٹھ تمہارے لئے اس کے پیٹ سے بہتر ہے اور جب تمہارے بدترین لوگ تمہارے سردار ہوجائیں اور تمہارے مالدار لوگ بخل کرنے لگیں، اور تمہارے کاموں کا اختیار تمہاری عورتوں کو دیدیا جاتے تو (اس وقت) زمین کا پیٹ تمہارے لئے اس کی پیٹھ سے بہتر ہے (یعنی اس زمانہ میں زندگی سے موت بہتر ہے)۔

مشورہ کن امور میں ہونا چاہیئے!

وقد كانت الشورىٰ بين النبي صلى الله عليه وسلم واصحابه فيما يتعلق بمصالح الحروب وكذا بين الصحابة رضي الله تعالىٰ عنهم بعده عليه الصلوة والسلام وكانت بينهم ايضاً في الاحكام كقتال اهل الردة وميراث الجد وعدد حد الخمر وغير ذالك والمراد بالاحكام ما لم يكن لهم فيه نص شرعي والا فالشورىٰ لا معنىٰ لها وكيف يليق بمسلم العدول عن حكم الله عزوجل الى آراء الرجال والله سبحانه هو الحكيم الخبير ۔ روح المعانی الجزء الخامس والعشرون صلا

حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مابین مشورہ مصالح غزوات سے متعلق امور میں ہوتا تھا اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مابین بھی انھیں

امور میں ہوتا تھا اور اسی طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مابین احکام میں بھی مشورہ ہوتا تھا جیسے اہل الردۃ سے قتال، میراث جد، حد خمر کی تعداد وغیرذالک اور احکام سے مراد وہ ہیں جنمیں کوئی نص شرعی ہو ورنہ تو شوریٰ کے کوئی معنیٰ ہی نہیں (یعنی ان احکام میں جنمیں نص شرعی موجود ہے) اور کسی مسلمان کیلئے اللہ تعالیٰ کے حکم سے لوگوں کی آراء کیطرف عدول کرنا کیسے لائق ہو سکتا ہے۔ حالانکہ اللہ سبحانہ حکیم و خبیر ہے۔ معلوم ہوا مشورہ انھیں امور میں ہوگا جن میں کوئی شرعی حکم موجود نہیں۔ مندرجہ ذیل واقعہ سے بھی اس پر روشنی پڑتی ہے۔ قسم عمر المال الذی بعث الیہ ابوموسیٰ وکان الف الف درھم و فضلت منہ فضیلۃ فاختلفوا علیہ حیث یضعھا فقام خطیباً فحمد اللہ واثنیٰ علیہ فقال یا ایھا الناس قد بقیت لکم فضلۃ بعد حقوق الناس فما تقولون فیھا فقام صعصعۃ بن صوحان وھو غلام شاب فقال یا امیر المؤمنین انما یشاور الناس فیما لم ینزل اللہ فیہ قرانا واما ما انزل اللہ بہ القران ووضعہ مواضعہ فضعہ فی مواضعہ التی وضع اللہ فیھا فقال صدقت انت منی وانا منک۔ ازالۃ الخفاء مترجم جلد چہارم ص۱۲۲

جو مال حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھیجا تھا جو دس لاکھ درہم تھا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تقسیم فرمادیا اس میں سے کچھ بچ گیا اس کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ نے مشورہ فرمایا) جس میں (اہل مشورہ حضرات) مختلف الرائے ہوئے کہ اس کو کس مد میں صرف کیا جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہو کر تقریر شروع فرمائی اللہ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا لوگو! کچھ مال لوگوں کے حقوق ادا کرنے کے بعد بچ گیا اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔۔۔۔

صعصعہ بن صوحان جو اسوقت نوجوان لڑکا تھا کھڑا ہوا اور عرض کیا۔ اے امیرالمومنین لوگوں سے مشورہ اسی بات میں کیا جاتا ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کوئی آیت نازل نہ فرمائی ہو لیکن وہ چیز جس کے بارے میں قرآن مجید میں کوئی آیت نازل فرمادی اور اس کے مواضع متعین فرما دیتے تو بس آپ اس کو ان مواضع میں رکھ دیجئے جن پر اللہ تعالیٰ نے اس کو رکھا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تو نے سچ کہا تو مجھ سے (قریب تر) ہے اور میں تجھ سے۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ مشورہ انھیں امور میں ہوتا ہے جن کے بارے میں کوئی شرعی حکم موجود نہ ہو۔

اصحاب شوریٰ کا مخصوص و متعیّن ہونا

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عموماً حضرت ابوبکر صدّیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مشورہ فرمایا کرتے تھے گو بعض اوقات جزوی امور میں دیگر اصحاب رضی اللہ عنہم اجمعین سے بھی مشورہ فرمانا ثابت ہے۔ آیت پاک وشاورھم فی الامر میں بھی انھیں دونوں حضرات سے مشورہ کا حکم ہے۔ جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے حاکم نے اس کی تخریج کی ہے اور اس کی تصحیح فرمائی ہے اور بیہقی رح نے اپنی سنن میں نقل کیا ہے عن ابن عباس رض انہ قال فی "وشاورھم فی الامر" ابوبکر وعمر۔ روح المعانی الجزء الرابع صہ ۱۰۲۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آیت "وشاورھم فی الامر" کے بارے میں فرمایا کہ اس کا مصداق حضرت ابوبکر صدّیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں، انھیں دونوں حضرات کے بارے میں ارشاد فرمایا۔ قال صلی اللہ علیہ وسلم لو اجتمعتما فی مشورۃ ما خالفتکما (ازالۃ الخفاء جلد اول صہ ۵۸)۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت ابوبکر صدّیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما

کے بارے میں ارشاد فرمایا) اگر تم دونوں کسی مشورہ میں متفق ہو جاؤ تو میں تم دونوں کے خلاف نہ کروں گا۔ مسند ہند حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ نے ان دونوں حضرات رضی اللہ عنہما کو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا وزیر و مشیر نقل کیا ہے۔

فرماتے ہیں "ہر دو بزرگ در عہد شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وزیر و مشیر و ناصر خلافت وظہیر و معین چوں نوبت خود شاں رسید کارہا سرانجام دادند و تائید دین بوجوہ بسیار از ایشاں بروئے کار آمد کہ مقدر دیگرے نشد" (ازالۃ الخفاء مترجم صفحہ ۵۸)

"دونوں بزرگ (حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر و مشیر تھے اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں ان کے وزیر و مشیر اور خلافت کے ناصر و معین رہے۔ پھر جب خود ان کی خلافت کا زمانہ آیا تو انھوں نے بڑے بڑے کام انجام دیئے اور بہت سے طریقوں سے ان سے دین کی تائید ظاہر ہوئی کہ پھر کسی دوسرے سے نہ ہو سکی"۔

اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں حضرات رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اپنا وزیر ارشاد فرمایا عن ابی سعید الخدری رضؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من نبیّ الاّ ولہ وزیران من اہل السماء و وزیران من اہل الارض فامّا وزیرای من اہل السماء فجبرئیل و میکائیل و امّا وزیرای من اہل الارض فابوبکر و عمر۔ رواہ الترمذی، مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۶۰"

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "ہر نبی کے دو وزیر آسمان والوں میں سے ہوتے ہیں اور دو وزیر زمین والوں میں سے ہوتے ہیں۔ پس میرے دو وزیر آسمان والوں میں سے جبرئیل و میکائیل علیہم السلام ہیں۔ اور

زمین والوں میں سے میرے دو وزیر ابوبکر و عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) ہیں۔
ایک حدیث میں ان دونوں حضرات کو کان۔ آنکھ ارشاد فرمایا ع

اصحاب شوریٰ کے اوصاف

(۱) ارکان شوریٰ کا اہل رائے اور اہل تدبیر ہونا ضروری ہے۔ ویؤید کون المراد من الصحابۃ المامور صلی اللہ علیہ وسلم بمشاورتھم اہل الرائ والتدبیر لا مطلقاً بما اخرجہ الحاکم وصححہ والبیھقی فی سننہ عن ابن عباس رض انہ قال فی "وشاورھم فی الامر" ابوبکر رض وعمر رض۔ روح المعانی الجزء الرابع ص۱۰۱۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل الرائے واہل تدبیر صحابہ رض سے مشورہ کا حکم فرمایا گیا تھا مطلقاً نہیں اور اس کی تائید حدیث ابن عباس رض سے ہوتی ہے جسمیں انھوں نے فرمایا کہ آیت "وشاورھم فی الامر" میں حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مشورہ کا حکم فرمایا ہے۔

(۲) یہ بھی ضروری ہے کہ ارکانِ شوریٰ دیانتدار اور متقی و پرہیزگار ہوں۔
حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے قال قلت یارسول اللہ الامر ینزل بنا بعدک لم ینزل فیہ قرآن ولم یسمع منک فیہ شئ

ع عن عبد اللہ بن حنطب رض ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم رای ابابکر وعمر فقال ھذان السمع والبصر۔ رواہ الترمذی مرسلاً مشکوٰۃ شریف ص۵۶۰
حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا تو ارشاد فرمایا۔ یہ دونوں (میرے) کان آنکھ ہیں۔

قال اجمعوا لہ العابد من امتی واجعلوہ بینکم شوریٰ ولا تقضوہ برای واحد ۔ روح المعانی الجز الخامس والعشرون ص۴۷ ۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو امر ہم کو آپ کے بعد پیش آئے جسمیں نہ تو قرآن نازل ہوا (یعنی اس کے متعلق قرآن پاک میں کوئی حکم نہیں) اور نہ آپ سے اس میں کچھ سنا گیا (یعنی حدیث پاک میں بھی اس کے متعلق کوئی حکم مذکور نہیں) (اس کے بارے میں کیا حکم ہے) ارشاد فرمایا ۔ اس کیلئے میری امت میں سے عبادت گذاروں کو جمع کرلو اور اس کا آپس میں مشورہ کرلو اور کسی ایک کی رائے سے اس کو طے نہ کرو ۔

اس حدیث سے ایک چیز تو یہ معلوم ہوئی کہ جس چیز کے بارے میں کوئی شرعی حکم موجود نہو اس کے بارے میں مشورہ کیا جائے گا ۔ دوسری چیز یہ معلوم ہوئی کہ مشورہ عبادت گذار یعنی نیک صالح متقی و پرہیزگار سے کیا جائے ۔ تیسری چیز یہ معلوم ہوئی کہ کسی ایک کی رائے پر بلا مشورہ عمل نہ کیا جائے اور امیر کی رائے بھی تنہا کافی نہیں، چوتھی چیز یہ معلوم ہوئی کہ امیر بھی ان چیزوں میں مشورہ کا پابند ہے اسکو محض اپنی رائے پر فیصلہ کرنا درست نہیں بلکہ مشورہ میں جو طے ہو جائے امیر بھی اس پر عمل کرے گا ۔

(۳) ارکان شوریٰ کا عاقل و فہیم ہونا بھی ضروری ہے ۔ صاحب روح المعانی فرماتے ہیں وینبغی ان یکون المستشار عاقلاً کما ینبغی ان یکون عابداً (الجزء الخامس والعشرون ص۴۷) اور جس سے مشورہ طلب کیا جائے اس کا عاقل ہونا بھی ضروری ہے جیسے اس کا عابد ہونا ضروری ہے ۔

صاحب روح المعانی نے اپنے اس قول کا مستدل بھی ذکر فرمایا ہے فقد اخرج الخطیب ایضاً عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مرفوعاً و استرشدوا العاقل ترشدوا و لا تعصوہ فتندموا

(حوالہ بالا) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے مرفوعاً روایت ہے۔ عاقل سے (مشورہ کے ذریعہ) رہنمائی حاصل کرو تمکو رہنمائی کیجائیگی اور اس کی نافرمانی نہ کرنا (یعنی عاقل کے مشورہ کے خلاف نہ کرنا) ورنہ ندامت اٹھانا پڑیگی۔

(۴) حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے جن چھ حضرات کو منتخب فرمایا کہ وہ باہمی مشورہ سے اپنے میں سے کسی کو خلیفہ مقرر کریں ان کی مخصوص صفت بھی بیان فرمائی فالخلافۃ شوریٰ بین ھٰؤلاءِ الستۃ الذین توفی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم و ھو عنھم راض۔۔۔

(ازالۃ الخفاء جلد چہارم مترجم ص۱۰۵) پس خلافت ان چھ حضرات کے باہمی مشورہ سے طے کیجائے کہ جن سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم آخر حیات تک خوش رہے۔عہ

یعنی ان حضرات کو متعین فرمانے کی خاص وجہ یہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وفات تک ان سے خوش رہے۔ اب حقیقۃً یہ فیصلہ کرنا کہ کس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہیں، دشوار ہے۔ البتہ اس کے ظاہر حال و ظاہر اعمال (اتباع سنت) سے اس کا فیصلہ اپنے گمان کے اعتبار سے کیا جا سکتا ہے اسی کا اعتبار کیا جائے گا۔

پس ان روایات مذکورہ سے اصحاب شوریٰ کے اوصاف کا علم ہوگیا۔ کہ دیانتداری، عقل و فہم، اصابت رائے، تدبیر، تقویٰ، اتباع سنت میں انکو امتیاز حاصل ہو۔

شوریٰ اسباب صلاح ارض میں سے ہے

مذکورہ بالا طریقہ پر شوریٰ کا انتخاب اور اس کے مشورہ کے مطابق عمل کرنا

عہ مشورہ کیلئے تو سات آدمیوں کو تجویز فرمایا تھا جنمیں سے ایک انکے صاحبزادہ عبداللہ بن عمرؓ بھی تھے مگر ان کے متعلق فرمادیا تھا کہ ان کو خلیفہ نہیں چنا جائیگا البتہ مشورہ میں شریک رہیں گے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خلافت میں وراثت نہیں چلتی۔

اسباب صلاح ارض سے ہے اور اس کے خلاف کرنا دین و دنیا کے فساد کا ذریعہ ہے۔ صاحب روح المعانی فرماتے ہیں۔ والشوریٰ علی الوجہ الذی ذکرناہ من جملۃ اسباب صلاح الارض واذا لم تکن علی ذالک الوجہ کان افسادھا للدین والدنیا اکثر من اصلاحہا (مختصراً) (روح المعانی الجزء الخامس والعشرون ص۴۷)
اور شوریٰ اس طریقہ پر جس کو ہم نے ذکر کیا من جملہ اسباب صلاح ارض ہے اور اگر اس طریقہ پر نہ ہو تو اس کے ذریعہ دین و دنیا کا فساد اس کی اصلاح سے زیادہ ہے۔

شوریٰ کے ذریعہ امیر کا انتخاب

حضرت جریر رضی اللہ عنہ کو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کیطرف مبعوث فرمایا۔ انھوں نے بیان فرمایا کہ میں نے ذو عمرہ سے ملاقات کی انھوں نے فرمایا، یاجریر انکم لن تزالوا بخیر ما اذا ھلک امیر تأمّرتم فی اٰخر واذا کانت بالسیف غضبتم غضب الملوک ورضیتم رضی الملوک (ازالۃ الخفاء مترجم جلد اول ص۵۵۱)۔ اے جریر تم لوگ ہمیشہ خیر (وفلاح) کے ساتھ رہوگے اسوقت تک کہ تم اپنے ایک سردار کے مرنیکے بعد دوسرے کو (مشورہ) سے سردار منتخب کرتے رہوگے اور جب یہ حکومت تلوار کے زور سے ملنے لگے (مشورہ اور انتخاب پر نہ رہے) تو تمہارا غصہ اور خوشی بادشاہوں کے غصے اور خوشی کے مثل ہو جائے گا (پھر خیر نہ رہے گی)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فکر خلافت

قال ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کنت عند عمر رضی اللہ عنہ فتنفّس نفساً ظننت ان اضلاعہ قد انفرجت فقلت لہ ما اخرج ھذا النفس منک یا امیر المؤمنین الّا ھم شدید قال ای واللہ یا ابن عباس رض انی فکرت فلم ادر فیمن اجعل ھذا الامر بعدی۔ (ازالۃ الخفاء ج چہارم ص۱۹۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تھا انھوں نے اس طرح سانس لیا کہ میں نے گمان کیا کہ انکی پسلیاں زخمی ہوگئی ہیں میں نے پوچھا اے امیر المومنین! کسی شدید تفکر کے بغیر ایسی سانس نہیں نکل سکتی۔ فرمایا ہاں بخدا اے ابن عباس رض میں نے بہت سوچا کہ اس امر (خلافت) کو اپنے بعد کس کے سپرد کروں مگر نہیں جان سکا

مذکورہ بالا روایت سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ امر خلافت میں ہمہ وقت متفکر و بے چین رہتے تھے کیونکہ منصب خلافت ایک عظیم منصب اور اہم دینی ذمہ داری ہے سب سے زیادہ جو اس کا اہل و مستحق ہو اسی کو یہ ذمہ داری سپرد کرنی چاہیئے۔ انتخاب میں کسی قسم کی کوتاہی کے اندیشہ سے اس درجہ بے چینی رہتی تھی کہ سانس بھی لیتے تو ایسا لگتا جیسے زخموں سے چور شخص شدت رنج وغم کے ساتھ سانس لیتا ہے۔

اس اہم ذمہ داری کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس طرح حل فرمایا کہ اصحاب شوریٰ (جو اوصاف و کمالات میں دوسرے حضرات سے ممتاز تھے) کو یہ ذمہ داری سپرد فرمائی کہ وہ اپنے ہی میں سے کسی ایک کو باہمی مشورہ سے منتخب فرمالیں۔ یہ بھی لازم قرار دیا کہ وہ حضرات اپنے ہی میں سے انتخاب کریں، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نور اللہ مرقدہ نقل فرماتے ہیں۔

ان عمر بن الخطابؓ خطب یوم الجمعۃ فذکر نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وذکر ابابکرؓ قال انی رأیت کان دیکاً نقرنی ثلاث نقرات وانی لا أراہ الا حضور اجلی وان اقواما یأمروننی ان استخلف وان اللہ عزوجل لم یکن لیضیع دینہ ولا خلافۃ ولا الذی بعث بہ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم فان عُجّل لی امر فالخلافۃ شوریٰ بین ھؤلاء الستۃ الذین توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو عنھم راض فانی قد علمت ان اقواما یطعنون فی ہذا الامر انا ضربتھم بیدی ھذہ علی الاسلام فان فعلوا ذالک فاولٰئک اعداء اللہ الکفرۃ الضلال (ازالۃ الخفاء جلد چہارم مترجم ص۱۰۵) حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جمعہ کے دن خطبہ دیا جس میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ذکر فرمایا اور بیان فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ گویا ایک مرغ نے میرے تین ٹھونگیں ماریں اور میں اس کی تعبیر اپنی موت کے قریب ہونے کے سوا اور کچھ نہیں سمجھتا۔ اور بہت قوموں کے لوگ مجھ سے کہتے ہیں کہ میں کسی کو خلیفہ متعین کر دوں اور اللہ پاک اپنے دین اور خلافت کو ضائع نہیں فرمائیں گے اور نہ اس چیز کو جس کے ساتھ اپنے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ بس اگر مجھ پر حکم الٰہی جلد نافذ کر دیا جائے (یعنی موت آجائے) تو خلافت کا مسئلہ ان چھ حضرات کے مشورہ سے طے کیا جائے جن سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وفات تک خوش رہے۔ کیونکہ میں جانتا ہوں۔ کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو اس امر (منصب خلافت) میں فتنہ انگیزی کرنے

لگیں گے (یعنی منافقین) میں نے اسلام پران کو اپنے ہاتھ سے پیٹا ہے۔ (میں ان کو پہچانتا ہوں) پھر بھی اگر انھوں نے وہی (فتنہ انگیزی) کی۔ تو (تم ہوشیار رہنا) یہ لوگ اللہ کے دشمن اور کافر وگمراہ ہیں (اگرچہ بظاہر مسلمان بنے ہوئے ہیں)۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امر خلافت کو شوریٰ کے حوالہ وسپرد کر دینے کی وجہ اقوام کی فتنہ انگیزی وشرپسندی بیان فرمائی جس سے واضح ہوا کہ اگر کسی دینی امر کے بارے میں لوگوں کی فتنہ انگیزی وشرپسندی کا اندیشہ ہو کہ وہ اس کو اپنی جہالت یا ہوا وہوس کی بناپر ضائع کر دیں گے یا نقصان پہونچائیں گے تو اس کے تحفظ کی صورت یہی ہے کہ اس کیلئے ارباب صلاح وتقویٰ اور ارباب عقل وفہم اور ارباب رائے وتجربہ حضرات کی ایک شوریٰ تجویز کر دی جائے اور اسکا انتظام اس کے حوالہ کر دیا جائے۔

ارکان شوریٰ کو خطاب

آخری وقت میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارکان شوریٰ کو خطاب فرمایا۔ قوموا فتشاوروا فی امرکم امّروا علیکم رجلاً منکم فمن خالفہ فاضربوا راسہ (ازالۃ الخفاء ج ۲ مترجم ص۲۸۳)

اٹھو اور اپنے امر (خلافت) کے بارے میں مشورہ کرو اور اپنے ہی میں سے کسی ایک کو اپنا امیر بنالو پھر اگر کوئی اس کی مخالفت کرے تو اس کا سر کاٹ دینا۔

اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ شوریٰ نے باہمی مشورہ سے جو فیصلہ کیا اس کی مخالفت کا کیا حکم ہے۔ دوسری چیز یہ بھی معلوم ہوئی کہ یہاں شوریٰ کو پابند بنایا گیا کہ وہ اپنے ہی میں سے امیر کا انتخاب کریں جس سے واضح ہوا کہ اگر شوریٰ کیلئے کچھ ضوابط مقرر کئے گئے ہیں کچھ شرطیں تجویز کی گئیں ہیں ان کی پابندی ارکان شوریٰ کے لئے

بھی ضروری ہوگی۔ گویا شوریٰ دستور میں طے شدہ ضابطہ کی پابند ہوگی اور بقیہ عملہ اور ماتحت افراد شوریٰ کے فیصلے کے پابند ہوں گے۔

ہونیوالے امیر و خلیفہ کیلئے وصیّت

اوصی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حین طعنہ ابو لؤلؤۃ من استخلفہ علی المسلمین بعدہ من اہل الشوریٰ۔

(ازالۃ الخفاء جلد چہارم ص۱۷۹) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل شوریٰ میں سے اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کو وصیت فرمائی جب کہ ابولؤلؤۃ نے انکو زخم پہنچایا۔ اس سے بھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے شوریٰ کا ہونا اور ارباب شوریٰ کا متعیّن ہونا معلوم ہوا۔

طرق انتخاب امارت و خلافت

تحقق امارت و خلافت کے چار طریقے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدّث دہلوی نور اللہ مرقدہ نے تحریر فرمائے ہیں۔

(۱) ارباب حل و عقد کا کسی کے ہاتھ پر بیعت کر لینا حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انعقاد اس طریقہ پر ہوا۔

(۲) خلیفہ عادل کسی ایسے شخص کو جو خلافت کی شرطوں کا جامع ہو اہل اسلام کی خیر خواہی کیلئے منتخب کر دے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا انعقاد اسی طریقہ پر ہوا۔

(۳) تیسرا طریقہ شوریٰ ہے کہ خلیفہ جامعین شرائط (خلافت) کی ایک جماعت کے درمیان خلافت کو دائر کر دے اور اس جماعت کو اس کا ذمہ دار بنا دے۔ کہ وہ

اپنے میں سے باہمی مشورہ سے کسی ایک کو خلیفہ منتخب کرلیں۔ حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتخاب اسی طرح عمل میں آیا۔

(۴) چوتھا طریقہ استیلا ہے جس کی صورت یہ ہے کہ خلیفہ وفات پاجائے اور کوئی شخص ارباب حل وعقد کے بیعت کئے بغیر اور خلیفہ سابق کے خلیفہ بنائے بغیر خلافت کا مدّعی ہو جائے اور لوگوں کو تالیف قلوب یا جنگ وجبر سے اپنے ساتھ کرلے۔ اسکی دو صورتیں ہیں۔ اوّل یہ کہ وہ شخص خلافت کی شرطوں کو جامع ہو اور کسی ناجائز چیز کے ارتکاب کے بغیر صرف صلح وتدبیر سے مخالفین کو (مزاحمت سے) باز رکھے۔ یہ قسم عندالضرورت جائز ہے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا انعقاد حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی وفات اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صلح فرمانے کے بعد اسی طریقہ پر ہوا تھا۔ یہ سب تفصیل ازالۃ الخفاء صفحہ ۲۲،۲۴،۲۵، مقصد اوّل مطبوعہ پاکستان پر موجود ہے۔

طریق چہارم کی یہ قسم بضرورت ومجبوری درست ہوئی تو گویا اصل تین طریق ہوتے جو تینوں مستحسن ہیں مگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تیسرا طریق شوریٰ اختیار فرمایا اور اس کے اختیار کرنے کی وجہ لوگوں کی فتنہ انگیزی بیان فرمائی۔

اور ظاہر ہے کہ اس کے بعد برابر فتنہ انگیزی وشرپسندی، ہوا وہوس میں اضافہ ہی ہوتا چلا جارہا ہے اور دین سے دوری برابر بڑھتی جارہی ہے اس لئے ایسی صورت میں طریق سوم کا اختیار کرنا ہی احوط ہوگا۔ بلکہ اگر فتنہ انگیزی کا دوسرے طرق کے اختیار کرنے میں ظن غالب ہو تو طریق سوم کا اختیار کرنا لازم ہوگا

ارکان شوریٰ میں سے بعض کو مشورہ میں شریک نہ کرنا

قال علی رضی اللہ عنہ والزبیر رضی اللہ عنہ ماغضبنا

الا ان قد اخرنا عن المشاورۃ الخ ازالۃ الخفاء جلد اول ص۲۷۵

سید المرسلین حبیب رب العلمین فداہ ابی و امی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خلافت کا مسئلہ درپیش تھا۔ انصار رضوان اللہ علیہم اجمعین جمع ہوتے اور خلافت کے سلسلہ میں مشورہ کرنے لگے چاہتے تھے کہ انصار میں سے خلیفہ مقرر کیا جائے جسکی اطلاع حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ملی فوراً وہاں پہونچے یہ ایسا موقع تھا کہ جس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو اطلاع نہیں کیجا سکی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انعقاد عمل میں آگیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو اس موقع پر ان کو شریک نہ کئے جانے پر ناگواری ہوئی جس کو مذکورہ بالا الفاظ میں انھوں نے ظاہر فرمایا کہ ہم کو صرف اس سے ناراضگی ہوئی کہ ہم کو مشاورت سے مؤخر کیا گیا (اور شریک مشاورت نہیں کیا گیا)

اس سے مندرجہ ذیل امور معلوم ہوتے اول یہ کہ ان حضرات کو اہم مشوروں میں شریک کیا جاتا تھا ورنہ اس موقع پر عدم شرکت سے کیوں ناگواری ہوتی۔ دوم تمام ارکان شوریٰ کو مجلس مشاورت میں شرکت کی اطلاع دی جاتی گی۔ سوم۔ اہم امور میں مشورہ ضروری ہے محض رائے امیر پر موقوف نہیں۔ چہارم۔ ارباب شوریٰ کا ہی فیصلہ حتمی ہوگا یہ نہیں کہ اس کا مکمل اختیار امیر کو ہے خواہ اکثر یا اقل کی رائے کو مانے خواہ نہ مانے۔ اگر شوریٰ کی حیثیت یہی ہوتی تو ان حضرات کو ناگواری نہوتی۔ پنجم۔ اگر کسی مجلس مشاورت میں ارکان شوریٰ میں سے کسی رکن کو شرکت کی اطلاع نہ کیجاتے تو اس کو اعتراض کا حق حاصل ہوتا ہے۔

امیر سے معاہدہ اور اس پر گواہی

امیر و عامل مقرر کرتے وقت اس سے عہد لینا اور شرطوں

معاہدوں کو قلم بند کر کے ایک جماعت کو اس پر گواہ بنانا بھی ثابت ہے کان عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذا استعمل عاملا کتب علیہ کتابا و اشهد علیہ رهطاً من المسلمین ان لا یرکب برذونا ولا یاکل نقیاً ولا یلبس رقیقاً ولا یغلق بابه دون حاجات المسلمین ثم یقول اللھم اشھد ۔ ازالۃ الخفا مترجم ج ۴ ص۱۹۰ ۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جب کسی کو عامل بناتے تھے تو اس پر ایک تحریر لکھتے تھے اور اس پر مسلمانوں کی ایک جماعت کو گواہ بناتے تھے (اس تحریر میں یہ شرطیں ہوتی تھیں) (۱) عمدہ گھوڑے پر سوار نہ ہوں (۲) چھنے ہوئے آٹے کی روٹی نہ کھائیں (۳) باریک کپڑا نہ پہنیں (۴) مسلمانوں کی حاجات کو چھوڑ کر اپنے گھر کا دروازہ بند نہ کریں ۔ (پھر اس پر اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتے) فرماتے یا اللہ آپ گواہ رہیئے ۔

ظاہر ہے کہ یہ چیزیں شرعاً ممنوع نہیں مگر نظام سلطنت برقرار رکھنے کیلئے یہ شرطیں کیجاتی تھیں ۔ معلوم ہوا کہ انتظاماً و مصلحتاً امور مباحہ میں کچھ چیزوں کی شرط مقرر کرنا درست ہے اور حسب شرط و معاہدہ ان کی پابندی امراء و عمال پر ضروری ہے اس کے خلاف کرنے پر اس سے مواخذہ کیا جائے گا ۔

ظلم امیر و عامل کی اصلاح

کسی عامل و امیر کے ظلم کرنے پر اس کی اصلاح بھی ضروری ہے وقال عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایما عامل من عمالی ظلم احدا ثم بلغتنی مظلمته فلم اغیرها فانا الذی ظلمته (حوالہ بالا)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میرے عاملوں میں سے کسی نے اگر

کسی پر ظلم کیا پھر میرے پاس اس کی اطلاع پہونچی اور میں نے اس ظلم کو نہ ہٹایا تو میں ہی وہ شخص ہوں جس نے اس پر ظلم کیا۔ اس سے معلوم ہوکہ یہ ضروری ہے کہ مظلوم پر ظلم کی تلافی کیجاتے اور امیر ظالم کو تنبیہ کیجاتے یا تو وہ توبہ کر کے ظلم سے باز آجائے اور توبہ نہ کرنیکی صورت میں اس کو برطرف کر کے اس کے ظلم کو ختم کردیا جائے۔

امراء و عمّال کی نگرانی و آزمائش اور ان کی تربیت

وقال لاحنف بن قیس وقد قدم علیہ فاحبسہ عندہ حولا یا احنف انی قد خبّرتُکَ وبلوتک فرأیت علانیتک حسنۃ وانی ارجوا ان تکون سریرتُک مثل علانیتک وان کنا نتحدث انہ انما یھلک ھذہ الامۃ کل منافق علیھم (حوالۂ بالا)

اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت احنف بن قیس سے فرمایا یہ ان سے (حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے) ملاقات کیلئے آئے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو ایک سال تک اپنے پاس (بطور نگرانی) روکے رکھا تھا۔ اے احنف میں نے تیری نگرانی کی اور تجھ کو آزمایا تو میں نے تیرے ظاہر کو عمدہ پایا اور میں امید کرتا ہوں کہ تیرا باطن بھی مثل تیرے ظاہر کے ہوگا۔ اگرچہ ہم سے کہا جاتا تھا کہ اس امت کو ہر وہ منافق ہلاک کرے گا جو صاحب علم ہو۔

معاہدہ کے خلاف کرنے پر امراء کو تادیب و تنبیہ

امراء و عمّال سے لئے گئے معاہدوں اور شرطوں کی نگرانی اور اس کے خلاف سرزد ہونے پر امراء و عمّال کی تادیب و تنبیہ بھی شدید ضروری ہے چونکہ اگر نگرانی

نہ کیجاتے یا معاہدہ وشرط کے خلاف کرنے پر ان سے باز پرس نہ کی جاتے اور ان کو مناسب سزا نہ دیجاتے تو وہ آزاد ہو کر من مانی کریں گے اور معاہدہ وشرط کی کوئی پروا نہ کریں گے جس سے نظام مختل ہو کر رہ جائے گا کان عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جالسا فی المسجد فمرّ بہ رجل فقال ویل لک یا عمر من النار فقال قرّبوہ الیّ فدنا منہ فقال لم قلت ما قلت قال تستعمل عمالک وتشترط علیھم ثم لا تنظر ھل وفوا لک بالشروط ام لا قال وما ذلک قال عاملک علی مصر اشترطت علیہ فترک ما امرت بہ وارتکب ما نھیتہ عنہ ثم شرح لہ کثیراً من امرہ فارسل عمر رجلین من الانصار فقال اذھبا الیہ فاسئلا فان کان کذب علیہ فاعلمانی وان رأیتما ما یسوئکما فلا تملکاہ من امرہ شیئاً حتی تاتیا بہ فذھبا فسالا عنہ فوجداہ قد صدق علیہ فجاءا الی بابہ فاستاذنا علیہ فقال حاجبہ انہ لیس علیہ الیوم اذن قالا لیخرجن الینا او لنحرقن علیہ بابہ وجاء احدھما بشعلۃ من نار فدخل الاذن فاخبرہ فخرج الیھما قالا انا رسولا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ الیک لتأتیہ قال ان لنا حاجۃ تمھلانی لا تزوّد وقالا انہ عزم علینا ان لا نمھلک فاحتملاہ فاتیا بہ عمر رضی اللہ عنہ فلمّا اتاہ سلّم علیہ فلم یعرفہ وقال من انت

وکان رجلا اسمر فلمّا اصاب من ریف مصر ابیضّ وسمن فقال عاملک علی مصر انا فلان قال ویحک رکبت ما نھیت عنه وترکت ما امرت به و اللّٰہ لاعاقبنک عقوبة ابلغ الیک فیھا ایتونی بکساء من صوف وعصاً وثلثمائة شاة من غنم الصدقة فقال البس ھذہ الدراعة فقد رایتُ اباک ھٰذہ خیر من دراعتک وخذ ھذہ العصا فھی خیر من عصا ابیک واذھب ھٰذہ الشاۃ فارعھا فی مکان کذا وذلک فی یوم صائف ولا تمنع السائلة من البانھا شیأ الا ال عمر فانی لا اعلم احداً من ال عمر اصاب من البان غنم الصدقة ولحومھا شیئاً فلما ذھب ردّہ وقال افھمت ما قلتُ فضرب بنفسه الارض وقال یا امیر المؤمنین لا استطیع ھٰذا فان شئت فاضرب عنقی قال فان رددتُک فایّ رجل تکون قال واللّٰہ لایبلُغکَ بعدھا الّا ما تحبُّ فردّہ فکان نِعم الرجل ۔ (ازالۃ الخفاء جلد چہارم صہ ۱۹۲)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ان کے پاس ایک شخص کا گذر ہوا اس نے کہا۔ خرابی ہو گی آگ کی طرف سے تیرے لئے اے عمر رضؓ،، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے فرمایا۔ اس کو میرے پاس لاؤ ۔ وہ آپ کے پاس آگیا آپ نے ارشاد فرمایا۔ جو کچھ تو نے کہا وہ کیوں کہا اس نے کہا۔ تم اپنے عاملوں کا تقرر کرتے ہو اور ان پر شرط بھی عائد کرتے ہو

پھر تم نہیں دیکھتے کہ انھوں نے تمہاری شرطوں کو پورا بھی کیا یا نہیں۔ آپ نے فرمایا۔کیا بات ہوئی اس نے کہا مصر پر جو تمہارا عامل ہے اس پر تم نے شروط عائد کیں تھیں مگر اس نے ان سب باتوں کو چھوڑ دیا جن کا تم نے اس کو امر کیا تھا اور ان سب کاموں کو کر رہا ہے جن سے تم نے اس کو منع کیا تھا۔ پھر اس نے اس کی بہت باتوں کو مفصل بیان کیا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انصار میں کے دو آدمیوں کو روانہ کیا اور کہا کہ تم دونوں جاؤ اور تحقیق کرو تو اگر اس شخص نے اس پر جھوٹ باندھا تو مجھے مطلع کرو اور اگر تم کوئی ایسی چیز دیکھو جو تمہیں بُری معلوم ہو تو تم اسکو کوئی کام کرنے کا موقع نہ دو یہانتک کہ اس کو میرے پاس لے آؤ۔ اس کے بعد یہ دونوں گئے اور اس کے حال کی تحقیق کی تو انھوں نے اسکو ایسا پایا کہ اس شخص کی تصدیق ہو گئی جس نے اس کا حال بیان کیا تھا تو یہ دونوں اس عامل کے دروازہ پر پہونچے اور اس سے ملنے کی اجازت طلب کی تو اس کے دربان نے کہا کہ آج کسی کو ملنے کی اجازت نہیں ہے۔ ان دونوں نے کہا اسکو ہمارے پاس آنا پڑے گا ورنہ ہم اس کے اس دروازہ کو پھونک دیں گے اور ان میں سے ایک شخص آگ کا شعلہ بھی لے آیا۔ پھر اجازت لینے والا اندر گیا اور اس کو خبر دی وہ نکل کر ان کے پاس آیا۔ ان دونوں نے کہا کہ ہم تمہارے پاس حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھیجے ہوئے آئے ہیں تمکو ان کے پاس چلنا ہو گا۔ اس نے کہا ہم کو کچھ حاجت ہے۔ کچھ مہلت دو تاکہ زادراہ تیار کر لوں۔ انھوں نے کہا کہ انھوں نے ہمکو حکم دیا ہے کہ ہم تمکو مہلت نہ دیں۔ اس کے بعد انھوں نے اسکو سوار کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لے آئے۔ جب ان کے پاس آیا تو ان کو سلام کیا تو انھوں نے اسکو نہیں پہچانا اور فرمایا تو کون ہے؟ (دراصل) یہ شخص گندمی رنگ کا تھا پھر

جب مصر کے سبزہ زار میں پہونچا تو سفید رنگ موٹا تازہ ہوگیا اس نے کہا میں آپ کا عامل ہوں مصر پر میرا نام فلاں ہے۔ تو فرمایا کہ تعجب ہے تجھ پر کہ تو ان چیزوں کا مرتکب ہوا جن سے میں نے تجھ کو منع کیا تھا اور ان چیزوں کو چھوڑ دیا جن کا میں نے تجھ کو حکم دیا تھا۔ واللہ میں تجھ کو ایسی سزا دوں گا جو کیفر کردار کو پہونچانے والی ہو۔ میرے پاس ایک اون کا کپڑا اور ایک لاٹھی اور صدقہ کی بکریوں میں سے تین سو بکریاں لاؤ۔ جب یہ سب چیزیں حاضر کر دی گئیں تو عامل سے (جو عیاض بن غنم تھے) فرمایا کہ یہ کرتہ پہن میں نے واللہ تیرے باپ کو دیکھا ہے کہ یہ کرتہ اس کے کرتہ سے اچھا ہے اور یہ عصا پکڑ اور یہ عصا تیرے باپ کے عصا سے اچھا ہے اور ان بکریوں کو فلاں جگہ لیجا کر چرا۔ اور یہ خوب گرمی کے دن کا قصہ ہے اور ان کے دودھ کو کسی مانگنے والے سے نہ روکنا سوا آل عمر کے کیوں کہ میں آل عمر میں سے کسی کو نہیں جانتا کہ اس نے صدقہ کی بکریوں کا گوشت یا دودھ استعمال کیا ہو۔ پھر جب کہ وہ چل دیا تو اس کو پھر واپس بلایا اور فرمایا کہ جو کچھ میں نے کہا تو نے اسکو سمجھ لیا۔ یہ سن کر اس نے اپنے کو زمین پر گرا دیا اور کہا کہ اے امیر المومنین مجھ میں اس کام کی طاقت نہیں تو اگر آپ چاہیں تو میری گردن مار دیں۔ فرمایا کہ اگر میں نے تجھے واپس کیا تو کیسا آدمی ہو کر رہے گا اس نے کہا کہ واللہ اس کے بعد آپ کے پاس کوئی اطلاع نہ پہونچے گی بجز ایسی چیز کے جسکو آپ پسند کریں گے تو اسکو پھر واپس کر دیا اب وہ بہت اچھا شخص بن گیا۔

معلوم ہوا کہ امراء و عمال کی نگرانی بھی ضروری ہے اور شرط و معاہدہ کے خلاف ہونے پر ان سے بازپرس بھی کیجائے۔ مناسب سزا بھی ان کو دیجا سکتی ہے اگر وہ توبہ کر لیں اور اطمینان ہو جائے کہ آئندہ ایسا نہیں کریں گے تو ان کو ان کے

عہدے پر برقرار بھی رکھ سکتے ہیں اور اگر توبہ نہ کریں یا ان کے بارے میں اطمینان نہو تو معزول بھی کیا جا سکتا ہے۔

عہدۂ قضا سے معزولی

قاضی کو عہدۂ قضا سے معزول کر کے دوسرے کو اس کی جگہ قاضی مقرر کیا جا سکتا ہے و قال عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ واللہ لانزعن فلانا من القضاء حتی استعمل عوضہ رجلا اذا راٰہ الفاجر فرقہ۔ ازالۃ الخفاء ص۱۹۲

اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں عہدۂ قضاء سے فلاں کو ضرور الگ کرونگا پھر اس کے بجائے ایسے شخص کو یہ کام سپرد کرونگا کہ جب کوئی سرکش اس کو دیکھے تو گھبرا جائے۔ معلوم ہوا کہ قاضی کو عہدۂ قضاء سے معزول کر کے اس کی جگہ دوسرے شخص کو قاضی مقرر کیا جا سکتا ہے اور امیر کو عزل ونصب دونوں کا اختیار ہے اور یہ بھی واضح ہوا کہ جس کو نصب کا حق ہوتا ہے اس کو عزل کا بھی حق ہوتا ہے۔ قاضی ابوبکر جصاص رح فرماتے ہیں الا تری لاخلاف بین المسلمین فی ان القاضی اذا فسق باخذ الرشا اومیل الی ہوی وترک الحکم انہ معزول غیر جائز الحکم۔ احکام القرآن جلد دوم ص۶۸۔ کہ اسمیں مسلمانوں میں کسی کا اختلاف نہیں کہ قاضی جب فاسق ہو جائے کہ رشوت لینے لگے یا خواہشات کیطرف اور حکم شرعی کے ترک کیطرف مائل ہو جائے تو اسکو معزول کر دیا جائیگا اس کا حکم وفیصلہ جائز نہوگا

تادیب عامل

عامل کو ایک ناپسندیدہ کلمہ کہنے کی بنا پر تادیب کیگئی حالانکہ عامل ایک جلیل القدر صحابی رضؓ ہیں قال بلغ

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سعدا لما بنی القصر قال انقطع الصويت فبعث اليه محمد بن مسلمة فلما قدم اخرج زندة واورى نارة وابتاع حطباً بدرهم وقيل لسعد ان رجلا فعل كذا وكذا فقال ذاك محمد بن مسلمة وخرج اليه فحلف بالله ما قاله فقال نؤدي عنك الذي تقول ونفعل ما امرنا به فاحرق الباب ثم اقبل يعرض عليه ان يزوده فابى فخرج فقدم على عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فهجر اليه فصار ذهابه ورجوعه تسع عشرة فقال لولا حسن الظن بك لرأينا انك لم تؤد عنا قال بلى ارسل يقرأ السلام ويعتذر ويحلف بالله ما قاله قال فهل زودك شيئاً قال لا قال فما منعك ان تزودني انت قال اني كرهت ان امر لك فيكون لك البارد ويكون لي الحار وحولي اهل المدينة قد قتلهم الجوع وقد سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لا يشبع الرجل دون جاره

(ازالۃ الخفاء مترجم ج ۴ صہ ۱۳۶)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ خبر پہونچی کہ سعد رضؓ نے جب محل بنوایا تو یہ کہا۔ کہ اب حقیر آوازیں بند ہو گئیں تو حضرت محمد بن مسلمہ رضؓ کو بھیجا۔ جب وہ پہونچے تو انھوں نے چقماق نکالا اور اس سے آگ کو جھاڑا اور ایک درہم کا ایندھن خریدا (اور اس کو روشن کرکے اس محل کے دروازے کو پھونکنے لگے) اور سعد رضؓ سے کہا گیا کہ ایک شخص نے ایسا اور ایسا کیا تو انھوں نے کہا۔ وہ

محمد بن مسلمہ ہیں اور نکل کر ان کے پاس آئے (بات چیت کے بعد) انھوں نے حلف کیا کہ یہ بات میں نے نہیں کہی تو محمد بن مسلمہ رضؓ نے جواب دیا۔ آپ کی بات جو آپ فرما رہے ہیں ہم پہونچا دینگے اور جس کام کا ہمکو حکم کیا گیا ہے اسکو انجام دینگے پس انھوں نے دروازہ پھونک دیا۔ پھر محمد بن مسلمہ رضؓ سعد رضؓ کے پاس اسلئے آئے تاکہ وہ ان کو زاد راہ دیں مگر انھوں نے زاد راہ دینے سے انکار کر دیا پھر وہ نکل کر واپس حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے پاس آئے اور جلد جاکر ملاقات کی ان کو کوفہ جانے اور واپس مدینہ منورہ آنے میں انیس ۱۹ دن لگے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے فرمایا اگر تمہارے ساتھ حسن ظن نہ ہوتا تو ہم یہ رائے قائم کرتے کہ تم نے ہمارا کام انجام نہیں دیا۔ انھوں نے کہا بیشک اور عرض کیا سعد رضؓ نے آپ کو سلام کہا ہے اور وہ عذر کرتے ہیں اور اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ انھوں نے وہ بات نہیں کہی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کیا سعد نے تمکو زاد راہ بھی دیا۔ انھوں نے کہا نہیں۔ محمد بن مسلمہ رضؓ نے عرض کیا مجھے زاد راہ دینے سے خود آپ کیلئے کیا بات مانع ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے فرمایا۔ مجھے یہ ناپسند ہوا کہ میں تمہارے دینے کیلئے کچھ دینے کا حکم دوں جو تمہارے لئے موجبِ راحت ہے اور میرے لئے موجبِ تکلیف جبکہ میرے گرد تمام اہل مدینہ ہیں جن کو بھوک نے مار ڈالا حال یہ کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آدمی اپنے پڑوسی کو بھوکا چھوڑ کر خود سیراب ہو کر نہ کھائے۔

تنبیہ عامل لباس۔ طعام، سواری میں تبدیلی اور امتیازی شان ہونے پر عامل کو تنبیہ کی گئی حضرت عبداللہ بن قیس رضؓ کو چند نصائح کے بعد تحریر فرمایا۔ فانما انت رجل منهم غیر ان

اللہ قد جعلک اثقالھم حملاً وقد بلغنی انہ فشا لک ولاھل بیتک ھیئۃ فی لباسک ومطعمک ومرکبک لیس للمسلمین مثلھا وایاک یاعبد اللہ بن قیس ان تکون بمنزلۃ البھیمۃ التی مرت بواد خصب فلم یکن لھا ھمۃ الا السمن وانما حظھا من السمن لغیرھا الخ ۔ ازالۃ الخفاء مترجم جلد چہارم صفحہ ۱۴۲ ۔

پس بیشک تم بھی ان میں سے ایک شخص ہو تم میں اور ان میں کوئی فرق نہیں بجز اس کے کہ تم کو اللہ تعالیٰ نے زیادہ بوجھ اٹھانے والا بنایا اور مجھے یہ خبر پہونچی کہ تمہاری اور تمہارے گھر والوں کی لباس اور کھانے میں اور سواری میں ایک خاص ہیئت کھلے طور پر قائم ہو گئی ہے (یعنی ان چیزوں میں امتیازی شان حاصل ہو گئی ہے) جیسا کہ عام مسلمانوں میں کسی کی نہیں ۔ اے عبد اللہ بن قیس اس سے بچ کہ تو اس چوپائے کے مانند بنجائے جو کسی سبز وادی میں گذرے اور اس کا فربہی کے سوا کوئی مقصد نہ رہے اور اس فربہی سے جو اس نے حاصل کی ہے دوسرے مستفید ہوں الخ (کہ جس طرح چوپایہ کی فربہی سے دوسرے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں کہ اس کو ذبح کر کے کھاتے ہیں اسی طرح انسان کا جمع کیا ہوا مال اس کی اولاد وغیرہ کے کام آتا ہے)

اس سے معلوم ہوا کہ امیر و عامل مثل دوسرے عام انسانوں کے ہے اتنا فرق ہے کہ اس کی ذمہ داری بڑھی ہوئی ہے اور امیر و عامل کو دوسروں کے مقابلہ میں لباس و سواری وغیرہ میں امتیاز نہیں کرنا چاہیئے اگر کوئی امیر و عامل ایسا کرے گا تو اس کو تنبیہ کی جا سکتی ہے ۔ تاکہ وہ امتیاز پسندی اور عیش و عشرت سے باز آئے اور عام لوگوں کے مثل زندگی گذارے ۔

امیرالمؤمنین پر اعتراض

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ کا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اعتراض اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عاجزی کے ساتھ اسکو قبول فرمانا۔ قسم عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ الحلل بین الصحابة رضی اللہ عنھم من غنیمة فبعث الی معاذ رضی اللہ عنہ حلة ثمینة فباعھا و اشتری ستة اعبد و اعتقھم فبلغ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذالک و کان یقسم الحلل بعدہ فبعث الیہ حلة دونھا فعاتبہ معاذ رضی اللہ عنہ فقال عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لانک بعت الاول فقال وما علیک ادفع الیّ نصیبی وقد حلفت لاضربن بھا راسک فقال عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ھا راسی بین یدیک وقد یرفق الشیخ بالشیخ۔ ازالۃ الخفا مترجم ج ۴ ص۱۶

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان مال غنیمت میں آئے ہوئے جوڑے تقسیم فرمائے۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک بیش قیمت جوڑا بھیجا حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اس کو بیچ کر چھ غلام خریدے اور ان سب کو آزاد کر دیا۔ یہ خبر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہونچ گئی۔ اس کے بعد (دوسرے موقع پر) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جوڑے تقسیم فرما رہے تھے تو حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گھٹیا جوڑا بھیجا تو حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان پر ناراض ہو گئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم نے پہلا بیچ دیا تھا اس لئے گھٹیا بھیجا

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا آپ کو اس پر اعتراض کا کیا حق ہے آپ میرا حصہ مجھ کو دیجئے (میں جو چاہوں کروں) اور میں نے قسم کھائی ہے کہ میں اس کو آپ کے سر پر ماروں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا۔ یہ میرا سر آپ کے سامنے ہے۔ اور بوڑھا تو بوڑھے سے نرمی کیا ہی کرتا ہے۔

معلوم ہوا کہ حق بات پر امیر المومنین پر بھی اعتراض کیا جا سکتا ہے

امیر المؤمنین کے فیصلہ پر اعتراض

فیصلہ فرمانے کے بعد بھی دوسرے کی رائے کی بنیاد پر اپنے فیصلہ سے رجوع فرمانا۔

روی ان عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ امر برجم حامل فقال معاذ رضی اللہ عنہ ان یکن لک علیھا سبیل فلا سبیل لک علی ما فی بطنھا فرجع عن حکمہ وقال لولا معاذ رض لھلک عمر۔ ازالۃ الخفا جلد چہارم ص۶۱۔

مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک حاملہ کو رجم کرنے کا حکم فرمایا تو حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ اگر آپ کو اس عورت پر اختیار ہے تو جو اس کے پیٹ میں (بچہ) ہے اس پر تو اختیار نہیں پہونچتا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے فیصلہ سے رجوع فرمالیا اور ارشاد فرمایا۔ اگر معاذ رض نہ ہوتے تو عمر رض ہلاک ہوجاتا۔

معلوم ہوا کہ اگر امیر المومنین کا فیصلہ خلاف حق ہو تو اس پر اعتراض کرنا درست ہے اور امیر المومنین کے ذمہ لازم ہے کہ اس سے رجوع کرے۔

ایسا ہی اور ایک واقعہ پیش آیا روی ان عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امر برجم امرأة فقال علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اما سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان القلم رفع عن ثلٰثة عن المجنون حتی یُفِیقَ وعن الصبی حتی یحتلم وعن النائم حتی یستیقظ قال بلیٰ فما ذالک قال انھا مجنونة بنی فلان فقال لولا علی لھلک عمر ۔ ازالۃ الخفا جلد چہارم ص۶۱ ۔

مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک عورت کو سنگسار کرنے کا حکم فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کیا آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قلم (یعنی اجراء حکم) تین سے اٹھا دیا گیا (۱) مجنون سے یہانتک کہ ہوش میں آجائے (۲) اور بچے سے یہانتک کہ بالغ ہو جائے (۳) اور سونے والے سے یہانتک کہ بیدار ہو جائے ۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا بیشک ! پھر کیا بات ہے ۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ یہ عورت بنی فلاں کی مجنونہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ۔ اگر علی رض نہ ہوتے تو عمر رض ہلاک ہو جاتا ۔

اس نوع کے کئی واقعے ذکر کر کے صاحب ازالۃ الخفاء تحریر فرماتے ہیں

فرجع الی غیر ذالک من صور لا تحصیٰ ازالۃ الخفاء ج ۴ ص۶۲ ۔

اور بہت سی صورتیں پیش آئیں جن میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے حکم و فیصلہ سے دوسرے کی رائے کی طرف رجوع فرمایا جن کا جمع کرنا دشوار ہے

ان سب واقعات سے معلوم ہوا کہ امیر المومنین کا فیصلہ اگر خلاف حق ہو تو اس پر اعتراض کرنا بھی درست ہے اور امیر المومنین کو اس اعتراض کا قبول کرنا لازم ہے نہ یہ کہ ان معترضین پر خفا ہو بلکہ ان کا شکر گذار ہونا چاہیئے ۔

عامل سے باز پُرس

عامل ووالی کے پاس مال جمع ہونے پر اس سے باز پرس اور جواب طلبی بھی کیجائے گی وکتب عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ الی عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ وھو عاملہ علی مصر۔ امّا بعد! فقد بلغنی انہ قد ظھر لک مال من ابل وغنم وخدم وغلمان ولم یکن لک قبلہ مال ولا ذالک من رزقک فانی لک ھذا ولقد کان لی من السابقین الاوّلین من ھو خیر منک ولکنی استعملتک لغنائک فاذا کان عملک لک وعلینا لم نؤثرک علی انفسنا فاکتب الیّ من این مالک وعجّل والسّلام

ازالۃ الخفاء جلد چہارم ص۱۴۳ :- حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو جب کہ وہ مصر میں ان کے عامل تھے لکھا۔ امّا بعد! مجھے یہ خبر پہونچی کہ تمہارے پاس مال بہت سے اونٹ اور بکریاں اور خدام اور غلام عیاناً موجود ہیں۔ اور اس سے پہلے تمہارے پاس کچھ مال نہیں تھا اور نہ یہ تمہارے وظیفہ سے ہوسکتا ہے پھر یہ تمہارے پاس کہاں سے آیا اور میرے پاس سابقین اوّلین میں سے ایسے لوگ موجود تھے جو تم سے افضل تھے لیکن میں نے تمکو عامل بنایا تمہارے (مال کیطرف سے) بے پرواہ ہونیکی وجہ سے۔ پس جب تمہارا عمل اپنے ذاتی نفع کیلئے ہو اور ہمکو نقصان دینے کیلئے ہو تو ہم کیوں تمکو اپنے نفوس (سابقین اوّلین) پر مقدم رکھیں تو مجھے اس کا جواب لکھو کہ مال کہاں سے آیا اور جلد جواب دو۔ والسّلام۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب لکھا جس سے حضرت عمر

رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مطمئن نہیں ہوئے اور ان کا نصف مال ضبط کر لینے کا حکم دیا اما بعد فانی لست من تسطیرک وتشقیقک الکلام فی شیٔ انکم معشر الامراء اکلتم الاموال و اخلدتم الیّ الاعذار وانما تاکلون النار وتورثون العار وقد وجہت الیک محمد بن مسلمۃ یشاطرک علی مافی یدیک والسلام۔ ازالۃ الخفاء جلد چہارم ص۱۴۴۔

اما بعد! میں کلام میں تمہاری سطر بندی اور شقیں نکالنے سے مطمئن نہیں ہوا اے امراء کی جماعت! تم لوگوں کے اموال کھاتے ہو اور میری طرف عذر پیش کرنے پر جھک جاتے ہو اور درحقیقت تم آگ کھا رہے ہو اور اپنے پیچھے عار چھوڑ رہے ہو اور میں تمہارے پاس محمد بن مسلمہ کو بھیجتا ہوں تاکہ وہ جو کچھ تمہارے قبضہ میں ہے آدھا تم سے لے لے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے مقام بلند کے اعتبار سے ان کو اسطرح کے کلمات فرمانے کا حق تھا دوسروں کو جائز نہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں کوئی کلمہ ان حضرات کی شان کے خلاف زبان سے نکالے۔ یہاں تو اُمراء و عمّال کی نگہداشت اور ان پر تنبیہ کا نمونہ دکھانا مقصود ہے

اُمراء کو تنبیہ

(امراء کے الوان طعام جمع فرمانے پر تنبیہ۔)

یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ مختلف قسم کے کھانے کھاتے ہیں ان کے غلام کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب ان کا شام کا کھانا آئے۔ مجھے اطلاع کر دینا چنانچہ ان کو اطلاع دی گئی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں پہونچ گئے پہلے ان کے سامنے ثرید آیا گوشت کے ساتھ۔ یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

نے کھایا۔ پھر بھنا ہوا گوشت رکھا گیا یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے کھانا شروع کیا مگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہاتھ روک کر ارشاد فرمایا۔

اللہ اللہ یا یزید بن ابی سفیان اطعام بعد طعام۔ اما والذی نفس عمر بیدہ ان خالفتم عن سنتھم لیخالفن اللہ بکم عن طریقھم :- ازالۃ الخفاء جلد چہارم صـ۱۴۶ :-

اللہ اللہ۔ اے یزید بن ابی سفیان کیا طعام کے بعد طعام۔ یاد رکھو قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں عمر کی جان ہے اگر تم ان کی (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے متبعین کی) سنت کے خلاف کرو گے۔ تو اللہ تعالیٰ تم سے ضرور خلاف کرے گا اس معاملہ کے جو اُن سے تھا۔

شاندار جلوس کو ساتھ رکھنے اور ضرورت مندوں کے دروازہ پر کھڑے رہنے پر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جواب طلب فرمایا۔ ازالۃ الخفاء جلد چہارم صـ۱۴۶

معلوم ہوا کہ امور مباحہ پر بھی اُمراء کو تنبیہ کرنا درست ہے جب کہ وہ ان کے مقام رفیع کے خلاف ہو گو فی نفسہٖ وہ مباح ہوں۔

امیر المؤمنین کے ظلم اور حق تلفی کا بدلہ

امیر المؤمنین کا اعلان عام کہ اگر کسی پر ظلم کیا ہو یا ناحق ستایا ہو یا اور کوئی حق تلفی کی ہو وہ اپنا بدلہ لے لے اور اس کے بدلہ مجھے ایذا دیدے وابین لکم امری فایما رجل کانت لہ حاجۃ او مظلمۃ او عتب علینا فی خلق فلیؤذنی فانما انا رجل منکم :- ازالۃ الخفاء صـ۲۲ :-

میں اپنا معاملہ تم پر صاف صاف ظاہر کر رہا ہوں اسلئے (اعلان کرتا ہوں)

کہ جس شخص کی کوئی حاجت یا ظلم کا بدلہ یا (ناحق) عتاب اخلاقی ہمارے ذمہ ہو (وہ ضرور آگے بڑھے اور اس کے بدلہ میں) ضرور مجھے تکلیف پہونچاتے کیونکہ میں تم ہی میں کا ایک شخص ہوں۔

معلوم ہوا کہ امیر المؤمنین اگر کسی پر ظلم کرے یا کسی کی حق تلفی کرے تو امیر المؤمنین سے بھی بدلہ لیا جائے گا چونکہ امیر المومنین کو ظلم کرنے حق تلفی وغیرہ کرنے کا حق نہیں ان سب احکام میں وہ عام مومنین کے درجہ میں ہے۔

تبدیلی ہیئت پر عامل کو تنبیہ

عامل بنائے جانے کے بعد لباس وغیرہ میں تبدیلی اور امتیاز پیدا ہونے پر تنبیہ۔ انہ استعمل رجلا علی الیمن فوفد علیہ وعلیہ حُلّۃ شھرۃ ومرجّل دھین فقال اھکذا بعثناک ثم امر بالحلۃ فنزعت عنہ واُلبس جبۃ صوف ثم سأل عن ولایتہ فلم یذکر الّا خیرا فردّہ علی عملہ الخ

-: ازالۃ الخفاء جلد چہارم ص۲۳۹ :-

انھوں نے ایک شخص کو یمن پر عامل بنا کر بھیجا پھر وہ آپ کے پاس آیا تو اس کے بدن پر ایک عمدہ جوڑا تھا اور کنگھی کئے ہوئے بالوں کو تیل لگائے ہوئے تھا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھ کر فرمایا۔ کیا ہم نے تجھے ایسا ہی بھیجا تھا اور حکم فرمایا۔ عمدہ جوڑا اتار کر صوف کا جبہ پہنایا گیا۔ پھر اس کی ولایت کے متعلق سوال کیا تو کچھ اس نے ذکر کیا وہ خوب (اور لائق اطمینان) تھا تو اس کو عہدہ پر واپس کر دیا۔

عامل کی معزولی

محض خواب کی بنا پر عامل کی معزولی کسی اور ظاہری وجہ اور جرم کے بغیر

فمن حابس بن سعد الطائی رؤیاه علی عمر فرأی کان الشمس و القمر یقتتلان و مع کل واحدة منہما کواکب فقال عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مع ایہما کنت قال مع القمر قال لا تلی لی عملاً ابداً اذ کنت مع الاٰیة الممحوة لقتل وھو مع معاویة رضی اللہ عنہ بصفین۔ ؛۔ ازالۃ الخفاء جلد چہارم ص ۲۴۵ ؛۔

حابسؓ بن سعد الطائی نے اپنا ایک خواب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے بیان کیا۔ انھوں نے خواب دیکھا کہ گویا سورج اور چاند باہم لڑ رہے ہیں اور ہر ایک کے ساتھ کچھ ستارے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ تو (اے حابس بن سعد) کس کے ساتھ تھا۔ کہا کہ چاند کے ساتھ (حضرت عمر نے) فرمایا اب تو کبھی میرا عامل نہیں بنے گا۔ کیونکہ تو مٹائی ہوئی نشانی کے ساتھ تھا (حابس بن سعد) جنگ صفین میں قتل ہوئے جب کہ وہ حضرت معاویہ رضؓ کے ساتھ تھے ؎

معلوم ہوا کہ عامل و امیر کو کسی جرم کے بغیر بھی معزول کیا جا سکتا ہے

ع حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چاند کو "آیت محوہ" (مٹی ہوئی نشانی) اسلئے فرمایا کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے "وجعلنا اللیل والنھار اٰیتین فمحونا اٰیة اللیل وجعلنا اٰیة النھار مبصرة" اس آیت میں چاند کو رات کی نشانی فرمایا گیا ہے اور اس کے بارے میں ارشاد ہوا "فمحونا آیة اللیل" کہ ہم نے رات کی نشانی کو مٹا دیا ؛—

جبکہ آئندہ اس سے کوئی ناپسندیدہ بات پیش آنیکا خطرہ و مظنہ ہو۔

امیر المومنین کے ناانصافی کرنے پر اسکی اطاعت لازم نہیں

ابو طالب اتت برود من الیمن الی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فقسمها بین اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بُرداً بُرداً ثم صعد المنبر یوم جمعة فخطب الناس فی حُلّة منها والحلة عند العرب ثوبان من جنس واحد وکان ذالک من احسن زیّهم فقال الا اسمعوا ثم وعظ الناس فقام سلمان فقال واللہ لا نسمع واللہ لا نسمع قال وما ذاک قال انک اعطیتنا ثوباً ثوباً ورحت فی حلة فقد تفضّلت علینا بالدنیا فتبسم ثم قال عجلت یا ابا عبد اللہ رحمک اللہ انی کنت غسلت ثوبی الخلق فاستعرت برد عبد اللہ بن عمر فلبسته مع بردی فقال سلمان الآن نسمع

ابو طالب، یمن سے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس چادریں آئیں تو انھوں نے ان کو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تقسیم فرمادیا ایک ایک چادر پھر آپ جمعہ کے دن منبر پر چڑھے ان میں کا ایک جوڑا پہن کر لوگوں کو خطبہ دیا اور جوڑا عرب کے نزدیک ایک جنس کے دو کپڑوں کو کہتے ہیں اور یہ ان کے بہت اچھے لباس میں سے تھا تو آپ نے (خطبہ شروع کرتے ہوتے) فرمایا خبردار سنو! پھر لوگوں کو وعظ کہنے کیلئے تیار ہوتے تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اٹھے اور بولے واللہ نہیں سنیں گے واللہ نہیں سنیں گے حضرت عمر رضی اللہ عنہ

نے فرمایا۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے۔ عرض کیا، آپ نے ہمکو ایک ایک کپڑا دیا اور خود ایک جوڑا پہنے ہوتے ہو تو دنیا میں تم ہم سے بڑھے ہوتے ہو۔ (دنیا داری میں جو خود بڑھا ہوا ہو اسکو دوسروں کو نصیحت کرنیکا کیا حق ہے) تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسکرائے اور فرمایا کہ تم جلدی کر گئے ہو اے ابو عبد اللہ۔ اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے میں نے اپنے پرانے کپڑے دھوئے تھے تو عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے اس کی چادر مانگ کر اپنی چادر کے ساتھ شامل کرلی حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ اب سنیں گے۔ ازالۃ الخفاء ج ۴ ص ۱۲۱:

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ امیر المومنین پر اعتراض کیا جاسکتا ہے اور امیر المومنین کو لازم ہے کہ اگر اعتراض حق ہے اسکو قبول کرے اگر وہ قبول کرلے تو اس کی اطاعت لازم ہوگی ورنہ نہیں۔

امیر المومنین کی غلطی کا اظہار

ابو طالب روی ان عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خطب الناس فقال انشد اللہ عبداً علم فی عیباً الا اخبرنی بہ فقام شاب فقال فیک عیبان اثنان فقال وما ھما رحمک اللہ قال تذیل بین بردین و تجمع بین الادامین قال فما ذیل بین بردین وما جمع بین ادامین حتی لقی اللہ عز وجل - : ازالۃ الخفاء جلد چہارم ص ۱۲۲ :

ابو طالب، مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ میں اللہ کے اس بندے کو جو مجھ میں کوئی عیب جانتا ہو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ وہ مجھ کو اس سے باخبر کردے۔ ایک جوان کھڑا ہو۔ اور

اس نے کہا۔ آپ میں دو عیب ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اللہ تجھ پر رحمت کرے وہ کیا ہیں۔ اس نے کہا۔ آپ دونوں چادروں (یعنی لنگی اور چادر) کے پلّوں کو سامنے کی جانب لٹکاتے ہیں اور دو سالن (ایک دسترخوان پر ایک ساتھ) جمع کرتے ہیں۔ (راوی نے بیان کیا) کہ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کبھی چادروں کے پلّے نہیں لٹکائے اور نہ دو سالن جمع کیے یہاں تک کہ اللہ عزوجل سے جا ملے۔

اس سے معلوم ہوا کہ امیر المؤمنین کی غلطی کو اس کے سامنے بیان کیا جا سکتا ہے اور امیر المؤمنین کو چاہیئے کہ واقف ہونے پر اصلاح کرے۔

امیر المؤمنین کی اصلاح

السہروردی قال عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی مجلس فیہ المہاجرون والانصار أرأیتم لو ترخصت فی بعض الامور ماذا کنتم فاعلین فسکتوا فقال ذالک مرتین او ثلثا لو ترخصت لکم فی بعض الامور ماذا کنتم فاعلین قال بشر بن سعد لو فعلت ذالک لقوّمناک تقویم القدح فقال عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انتم اذاً انتم۔ :- ازالۃ الخفاء جلد چہارم صـ ۱۳۲ :-

سہروردی! حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مجلس میں فرمایا جسمیں مہاجرین وانصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم موجود تھے بتاؤ اگر میں بعض موردین میں ڈھیلا ہو جاؤں تو تم کیا کروگے، تو بشر بن سعد رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ہم آپ کو اس طرح سیدھا کردیں گے جسطرح تیر کو سیدھا کرتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ

نے اس پر پسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ تم اسوقت تم ہو گے، یعنی تم اسوقت "لایخافون فی اللہ" کی شان کے مطابق ہو گے۔

معلوم ہوا کہ امیر المومنین اگر حق سے انحراف کرنے لگے تو ضروری ہے کہ اسکو روک دیا جائے اور حق سے انحراف نہ کرنے دیا جائے۔

ایضاً

عن حذیفة رضی اللہ تعالیٰ عنه قال دخلت علی عمر رضی اللہ عنه وھو قاعد علی جذع فی دارہ وھو یحدث نفسه فدنوت منه فقلت ما الذی اھمّک یا امیر المومنین فقال ھکذا بیدہ واشار بھا قال قلت ما الذی یھمّک واللہ تعالیٰ لو راینا منک امراً ننکرہ لقومناک قال ففرح بذالک فرحاً شدیداً وقال الحمد للہ الذی جعل فیکم اصحاب محمد من الذی اذا رأی منی امراً ینکرہ قوّمنی۔ ازالة الخفاء ۴ ص ۶۰

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہونچا۔ وہ اپنے مکان میں کھجور کے تنہ پر بیٹھے ہوئے اپنے نفس سے باتیں کر رہے تھے میں ان سے قریب ہوا اور پھر ان سے کہا۔

اے امیر المومنین آپ کو کس چیز نے متفکر کیا ہے۔ انھوں نے اپنے ہاتھ سے ہکذا فرمایا اور اس سے اشارہ فرمایا۔ میں نے پھر عرض کیا، آپ کو کیا فکر ہو رہا ہے۔ واللہ اگر ہم نے آپ سے کوئی ایسا امر دیکھا جسکو ہم منکر سمجھیں تو آپ کو سیدھا کر دیں گے۔ ارشاد فرمایا۔ اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اگر تم نے میری طرف سے کوئی ایسا امر دیکھا جس کو

تم بُرا سمجھتے ہو گے تو کیا واقعی آپ سیدھا کر دیں گے۔ میں نے عرض کیا اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اگر ہم آپ سے کوئی ایسی بات دیکھیں گے جسکو ہم برا سمجھتے ہوں گے تو ہم آپ کو ضرور سیدھا کر دیں گے۔

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت خوش ہوئے اور فرمایا اللہ کا شکر ہے جس نے تم اصحاب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں ایسے شخص کو قائم رکھا کہ جب وہ مجھ سے کوئی ایسا امر دیکھے جس کو وہ بُرا سمجھے تو وہ مجھے سیدھا کر دے۔

اس واقعہ سے اس پر روشنی پڑتی ہے کہ اگر امیر ناانصافی کرنے لگے تو اس کی اصلاح کیجائے اور اگر وہ اصلاح قبول نہ کرے تو اس کو معزول کیا جا سکتا ہے۔

ایک بوڑھیا کی بات کو قبول کرنا

قال یوماً الا لا تغالوا فی مھور النساء فقالت امرأة انأخذ بقولک ام بقول اللہ تبارک وتعالیٰ واٰتیتم احداھن قنطاراً فلا تاخذوا منه شیئا فنزل عمر رضی اللہ تعالیٰ عنه عن المنبر وقال کل الناس اعلم من عمر حتی العجائز۔ :- ازالۃ الخفاء جلد چہارم صد ۶۲ :-

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک روز فرمایا۔ کہ تم مہر اتنے بڑھا چڑھا کر نہ لیا کرو۔ تو ایک عورت نے کہا۔ ہم آپ کے قول کو اختیار کریں۔ یا اللہ تبارک وتعالیٰ کے قول "وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنْطَارًا" الخ کو۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر سے نیچے اتر آئے اور فرمایا سب لوگ عمر سے زیادہ عالم ہیں۔ یہاں تک کہ بوڑھی عورتیں بھی۔ معلوم ہوا کہ ایک بوڑھی عورت کو بھی امیر المومنین پر اعتراض کرنیکا حق ہے۔ اور اگر اس کی بات حق ہو تو امیر المومنین کو اسکو تسلیم کرنا چاہیئے۔

امیر المؤمنین کے فیصلہ پر اعتراض

اگر امیر المؤمنین کوئی فیصلہ فرمادیں اور دلائل سے اس کا ناحق ہونا ثابت ہو جائے تو وہ نافذ نہ ہوگا نیز مشورہ طلب امور میں اگر امیر المؤمنین ارباب شوریٰ کے مشورہ کے بغیر کوئی فیصلہ کردے یا غیر ارباب شوریٰ سے مشورہ کرکے فیصلہ کردے تو وہ ارباب شوریٰ کے اتفاق پر موقوف رہے گا۔

جاء عتبة بن حصين والاقرع بن حابس الی ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقالا یا خلیفة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان عندنا ارض سبخة لیس فیھا کلاء ولا منفعة ان رأیت ان تقطعناھا لعلنا نحرثھا ونزرعھا ولعل اللہ ان ینفع بھا بعد الیوم فقال ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لمن حولہ من الناس ما ترؤن قالوا لا بأس فکتب لھما بھا کتاباً واشھد فیہ شھوداً وعمر رضی اللہ عنہ ما کان حاضرا فانطلقا الیہ لیتشھد فی الکتاب فوجداہ قائما یھنأ بعیراً فقالا ان خلیفة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتب لنا ھذا الکتاب وجئناک لتشھد علی ما فیہ افتقرأہ ام نقرأہ علیک قال اعلی الحال تریان ان شئتما فاقرأہ وان شئتما فانتظرا حتی افرغ قالا بل نقرأہ علیک فلما سمع ما فیہ اخذہ منھما ثم تفل فیہ فمحاہ فتذمرا وقالا لہ مقالة سیئة فقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتألفکما والاسلام یومئذ ذلیل وان اللہ تعالیٰ اعز

الاسلام فاذھبا فاجھدا جھدکما لا ارعی اللہ علیکما ان ارعیتما فجاءا الی ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وھما یتذمّران فقالا لہ واللہ ما ندری انت امیر ام عمرؓ فقال بل ھو لو کان شاء وجاء عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وھو مغضب حتی وقف علیٰ ابی بکرؓ فقال اخبرنی عن ھٰذہ الارض التی اقطعتھا ھٰذین اھی لک خاصۃ ام بین المسلمین عامۃ فقال بل بین المسلمین عامۃ فقال فما حملک علیٰ ان تخصّ بھا ھٰذین دون جماعۃ المسلمین قال استشرت الذین حولی فاشاروا بذالک فقال افکل المسلمین اوسعتھم مشورۃً ورضیً فقال ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قد کنت قلت لک انک اقوی علی ھٰذا الامر منی بلکنک غلبتنی۔

:- ازالۃ الخفاء جلد چہارم ص۱۹۸ :-

عتبہ بن حصین رضؓ اور اقرع بن حابسؓ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے پاس آئے اور دونوں نے کہا۔ اے خلیفۂ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے نزدیک ایک شورہ زمین ہے نہ اسمیں گھاس ہے نہ اور کوئی منفعت اگر آپ کی رائے ہو تو ہمکو دیدیجئے شاید ہم اس میں کھیتی کریں اور بوئیں ممکن ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد اللہ تعالیٰ اس سے نفع پہونچا دے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے ان لوگوں سے جو ان کے پاس موجود تھے فرمایا، تمہاری کیا رائے ہے لوگوں نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں تو ان کو ایک وثیقہ لکھ دیا اور جو لوگ موجود تھے ان کی گواہی کرا دی۔ وہاں حضرت عمرؓ

موجود نہیں تھے تو یہ دونوں ان کے پاس پہونچے تا کہ وثیقہ پر ان کی گواہی بھی کرالیں۔ انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس حال میں پایا کہ وہ کھڑے ہوتے اونٹ پر قطران (تیل جو خارش والے اونٹ پر ملا جاتا ہے) مل رہے تھے ان لوگوں نے جا کر کہا کہ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں وثیقہ لکھ کر دیا ہے اور ہم اس لئے آئے ہیں کہ جو کچھ اس میں لکھا ہے اس پر آپ کی گواہی کرالیں۔ کیا آپ خود پڑھیں گے یا ہم پڑھ کر سنا دیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کیا اس حال میں جسکو تم دیکھ رہے ہو اگر تم چاہو تو تم پڑھ دو۔ یا میں پڑھ لوں گا۔ اگر یہ چاہتے ہو تو میرے فارغ ہونے تک کا انتظار کرو۔ انھوں نے کہا کہ ہم ہی پڑھکر سنا دیتے ہیں۔ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے مضمون کو سن لیا تو اس کو ان سے لے لیا اور اس پر تھوک کر اسکو مٹا دیا۔ جس سے وہ دونوں برافروختہ ہو گئے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برے کلمات کہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے ساتھ مؤلفۃ القلوب کا معاملہ فرمایا کرتے تھے اور اسلام اس زمانہ میں کمزور تھا اور اب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت (قوت) عطا کر دی۔ جاؤ اب تم جو چاہو کوشش کر لو خدا تم پر مہربانی کرے اگر مہربانی چاہو۔ پھر یہ دونوں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور بہت برہم ہو رہے تھے اور ان سے کہا واللہ ہم نہیں سمجھتے کہ تم امیر ہو یا عمر رض۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اگر وہ چاہتے تو وہی ہوتے۔ اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی پہونچ گئے اس حالت میں کہ غصہ میں بھڑکے ہوئے تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا۔ مجھے بتائیے کہ یہ زمین جو

آپ نے ان دونوں کے نام لکھدی ہے کیا یہ آپ کی خاص ہے یا عام مسلمانوں کی پینسٹر ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ عام مسلمانوں کی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ کو کس نے مجبور کیا کہ آپ جماعۃ المسلمین کو محروم کرکے اسکو ان دونوں کیلئے خاص کردیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جو لوگ میرے پاس تھے میں نے ان سے مشورہ کرلیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کیا اس مشورہ اور رضامندی کو آپ نے تمام مسلمانوں پر پھیلا دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے تم سے کہہ دیا تھا کہ اس امر میں تم مجھ سے زیادہ قوت رکھتے ہو لیکن تم مجھ پر غالب آگئے (یعنی انعقاد خلافت کے وقت صدیق اکبرؓ نے حضرت عمرؓ کو خلیفہ بنانے کا مشورہ دیا تھا) واقعۂ مذکورہ سے معلوم ہوا (۱) کہ امیر کی رائے سے اختلاف کیا جاسکتا ہے (۲) بلکہ امیر کا فیصلہ غیر ذی رائے اصحاب کے مشورہ سے ہو تب بھی ذی رائے اصحاب کو اختلاف کا حق ہے (۳) امیر کا فیصلہ غیر ذی رائے اصحاب کے مشورہ کے بعد بھی ذی رائے اصحاب کے اتفاق پر موقوف ہوگا (۴) امیر کو یہ حق نہیں کہ جس سے چاہے مشورہ کرلے بلکہ ذی رائے ارباب حل و عقد کا مشورہ ضروری ہے جیسا کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر سکوت فرمایا۔ انکار نہیں فرمایا۔ ورنہ خود امیر کا فیصلہ جب کہ ذی رائے ارباب حل و عقد کو اس سے اختلاف ہو واجب التعمیل نہ ہوگا۔

یہ حضرات وشاورھم فی الامر فاذا عزمت فتوکل علی اللہ کا مطلب زیادہ بہتر جاننے والے تھے۔

شوریٰ سے مشورہ نہ لینے کی صورت میں امیر کی معزولی

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے لاخلافۃ الا عن مشورۃ

یعنی شورائیت کے بغیر خلافت نہیں ۔

(معارف القرآن جلد دوم ص۲۲۴ بحوالہ کنز العمال بحوالہ ابن شیبۃ)

پس امیر آزاد اور مطلق العنان نہیں بلکہ اہل الرائے حضرات (شوریٰ) سے مشورہ لینے کا پابند ہے ۔ آیت پاک اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کا تعامل اس پر شاہد عدل ہیں ۔ پس شورائیت اور مشورہ کو اسلامی حکومت کیلئے اساسی اور بنیادی حیثیت حاصل ہے ۔ حتیٰ کہ اگر امیر مملکت مشورہ سے آزاد ہو جائے یا ایسے لوگوں سے مشورہ لے جو شرعی نقطۂ نظر سے مشورہ کے اہل نہوں تو اس امیر کا معزول کرنا واجب ہے ذکر ابن عطیۃ ان الشوریٰ من قواعد الشریعۃ والدین فعزلہ واجب ھذا مالا خلاف لہ ۔ (معارف القرآن جلد دوم ص۲۲۴ بحوالہ البحر المحیط لابی حیان)

ابن عطیۃ رض نے فرمایا کہ شورائیت شریعت کے قواعد اور بنیادی اصولوں میں سے ہے ۔ جو امیر کہ اہل علم اور اہل دین سے مشورہ نہ لے اس کا عزل کرنا واجب ہے اور یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جسمیں کسی کا اختلاف نہیں ۔ (حوالہ مذکورہ)

مندرجہ بالا واقعات و نظائر کی روشنی میں مہتمم مدرسہ کا حکم بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ جب امیر المومنین اور اس کے امراء و عمّال پر اعتراض کیا جا سکتا ہے اور انکو تنبیہ کیجا سکتی ہے تو مہتمم مدرسہ پر (جس کی ولایت ان کی ولایت کے مقابلہ میں ناقص محدود و ادون ہے) کیوں اعتراض کا حق نہو گا اور جب امیر المومنین مشورہ طلب امور میں ارباب شوریٰ کے مشورہ کا پابند ہے تو مہتمم مدرسہ کیوں پابند نہ ہوگا ۔ بالخصوص جب کہ دستور مدرسہ میں مہتمم کو اس کا پابند کیا گیا ہو اور مہتمم نے اپنی تقرری کے وقت دستور مدرسہ کی پابندی کا عہد بھی کیا ہو ۔

امیر المومنین اور اس کے امراء و عمّال سے باز پرس کیجا سکتی ہے ۔ تو

مہتمم مدرسہ سے کیوں باز پرس کا حق ہوگا۔

امراء وعمّال کو جرم ثابت ہونے پر بلکہ بلا ثبوت جرم بھی مصالح کے پیش نظر معزول کیا جاسکتا ہے تو مہتمم مدرسہ کی معزولی کیوں نہیں ہوسکتی۔

ارباب علم و دانش مندرجہ بالا واقعات ونظائر میں غور کرکے بخوبی اس حقیقت کو سمجھ سکتے ہیں۔ البتہ یہ حکم انھیں مدارس کے مہتممین اور منتظمین کا ہے کہ جہاں اہل علم و دانش اور اہل فہم وتقویٰ پر مشتمل شوریٰ ہو اور دستور مدرسہ میں شوریٰ کو نصب وعزل کا حق دیا گیا ہو اور مہتمم یا ناظم مدرسہ کو دستور مدرسہ میں شوریٰ کا ماتحت قرار دیا گیا ہو جیساکہ دارالعلوم دیوبند مظاہر علوم سہارن پور اور ان جیسے دوسرے بعض مدارس کا حال ہے جیساکہ حضرت اقدس مولانا قاری مفتی سعید احمد صاحب نور اللہ مرقدہ مفتی اعظم مظاہر علوم سہارنپور کے فتویٰ سے ظاہر ہے۔ جو عنقریب آئندہ اوراق میں آرہا ہے مگر یہ حکم کلّی اور عمومی نہیں ہے اگر کسی مدرسہ کے دستور میں شوریٰ کو اقتدار اعلیٰ نہ دیا گیا ہو اور اسکو عزل ونصب کا اختیار نہ دیا گیا ہو بلکہ یہ اختیار ناظم مدرسہ یا مہتمم مدرسہ کو دیا گیا ہو اور شوریٰ کی حیثیت دستور مدرسہ میں صرف مشیر کی قرار دی گئی ہو (گو مدارس کیلئے عموماً پہلی صورت ہی زیادہ مفید ہے مگر بعض مدارس کے مخصوص حالات کے پیش نظر دوسری صورت کی بھی گنجائش ہے) تو پھر اسی دستور کی پابندی لازم ہوگی یا دستور میں جو اختیار جس کو دیا گیا ہو اسی کی پابندی لازم ہوگی۔

غرض کہ بانیانِ مدرسہ نے مدرسہ کے مصالح وبقا کے پیش نظر جو دستور مرتب کیا ہے اس میں جو ضوابط وقوانین عملۂ مدرسہ کیلئے تجویز کئے اور جس کے لئے جو اختیارات تجویز کئے اور وہ شریعت کے خلاف نہیں ہیں تو انکی پابندی لازم قرار دی جائیگی۔

دستور مدرسہ کی پابندی کا شرعی حکم

جب کسی مہتمم یا مدرس یا کسی عہدیدار کا تقرر کیا جاتا ہے تو اس سے مدرسہ کے دستور کی پابندی کا معاہدہ کیا جاتا ہے ۔ یہ معاہدہ بعض دفعہ تو زبانی یا تحریری ہوتا ہے کہ دستور پر دستخط کرائے جاتے ہیں ۔ بعض دفعہ دلالۃً اور حالاً ہوتا ہے کہ ہر عہدیدار وملازم مدرسہ کے قوانین وضوابط کی پابندی کا بزبان حال معاہدہ کرتا ہے ۔ پس مدرسہ کا دستور جب تک خلاف شرع نہ ہو (کہ اسمیں کسی حلال کو حرام یا حرام کو حلال یا جائز کو ناجائز ۔ ناجائز کو جائز کیا گیا ہو) اس کی پابندی حسب معاہدہ ضروری اور واجب ہو جاتی ہے ۔ مہتمم مدرسہ کیلئے دستور مدرسہ میں جو قوانین وضوابط تجویز کیے گئے ہیں اور مہتمم سے اس کے تقرر کے وقت عہد لیا گیا ہے مہتمم مدرسہ اس کا پابند ہوگا ۔

اساتذہ و دیگر ملازمین کیلئے جو قوانین تجویز کیے گئے ہیں وہ ان کے پابند ہوں گے ، طلبہ کیلئے جو قواعد وضوابط ہیں اور ان کے داخلہ کے وقت ان سے عہد لیا گیا ہے وہ اس کے پابند ہوں گے ،

ارکان شوریٰ کیلئے جو قواعد وضوابط ہیں اور ان کی تقرری کے وقت ان سے گویا ان کی پابندی کا عہد لیا جاتا ہے خواہ قولاً خواہ حالاً و دلالۃً وہ اس کے پابند ہوں گے ۔ اس قسم کے تمام معاہدات کا پورا کرنا شرعاً لازم ہے ۔ قرآن پاک میں ہے ۔ یا ایھا الذین آمنوا اوفوا بالعقود ، یہ تمام معاہدات عقود میں داخل ہیں ۔ جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ مجاہد ۔ مطرف ۔ ربیع ۔ ضحاک ۔ سدّی ۔ ابن جریج ۔ ثوری رحمہم اللہ تعالیٰ سے آیت بالا کی تفسیر میں منقول ہے ۔ احکام القرآن لابی بکر الجصاص میں ہے ۔

روی عن ابن عباسؓ ومجاھد ومطرف والربیع والضحاک والسدی وابن جریج والثوری قالوا العقود فی ھذا الموضع اراد بھا العھود

:- سورۃ المائدۃ احکام القرآن جلد دوم صہ ۲۹۲ :-
ان سب حضرات مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس جگہ میں عقود سے عہود کا ارادہ فرمایا ہے۔
ابو عبیدہ رح نے بھی عقود سے مراد عہود وایمان کو بیان فرمایا ہے
وقال ابو عبیدۃ رح فی قولہ اوفوا بالعقود قال ھی العھود والایمان - :- احکام القرآن جلد دوم صہ ۲۹۲ :-
حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہی منقول ہے کہ عہد بھی عقود میں داخل ہے
وروی عن جابر رض فی قولہ اوفوا بالعقود قال ھی عقدۃ النکاح والبیع والحلف والعھد :- حوالہ بالا :-
عقود سے مراد نکاح - بیع - حلف - عہد - کے معاملات ہیں۔
عبداللہ بن عبیدہ نے عقد ایمان - عقد نکاح - عقد عہد - عقد شراء والبیع اور عقد حلف سبکو اوفوا بالعقود میں داخل مانا ہے - احکام القرآن جلد دوم صہ ۲۹۳ صہ ۲۹۴ میں یہ سب تفصیل موجود ہے۔
روح المعانی میں عقود کی تفسیر میں کئی قول بیان کئے ہیں - ایک قول یہی ہے کہ عقود سے مراد وہ تمام معاہدات ہیں جو لوگ آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہیں - ابن زید - زید ابن اسلم نے اسی کو اختیار فرمایا ہے - وثانیھا العقود التی یتعاقدھا الناس بینھم کعقد الایمان وعقد النکاح وعقد البیع ونحو ذلک والیہ ذھب ابن زید وزید بن اسلم الخ - :- روح المعانی پ ۶ صہ ۴۸ :-
بعض مفسّرین کا قول مختار یہ ہے کہ اس سے مراد وہ تمام احکام خداوندی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر لازم فرمایا ہے اور وہ تمام معاہدات

جو بندے آپس میں کرتے ہیں ۔ (روح المعانی پ۶ صہ۴۸)

ظاہر آیت کا مقتضیٰ یہی ہے کہ اس سے تمام معاملات مراد ہیں ان معاملات کے علاوہ کہ جنکا ترک کرنا قربت یا واجب ہو ۔ وظاهر الآية يقتضى كل عقد سوى ما كان تركه قربة او واجباً فافهم ولا تغفل ۔

:- روح المعانی جلد ۶ صہ۴۹ :-

دوسری آیت میں ہے ۔ واوفوا بالعهد ان العهد كان مسئولا (سورۃ بنی اسرائیل) اور پورا کرو عہد کو بے شک عہد کی پوچھ ہوگی (بیان القرآن) آیت پاک میں عہد سے مراد وہ چیزیں بھی ہیں جو بندہ اللہ تعالیٰ سے اس کے احکام کے التزام کا عہد کرتا ہے اور وہ چیزیں بھی اسمیں داخل ہیں جو بندے آپس میں ایک دوسرے سے معاہدہ کرتے ہیں ۔

صاحب روح المعانی فرماتے ہیں ۔ واوفوا بالعهد ما عاهدتم الله تعالى عليه من التزام تكاليفه وما عاهدتم عليه غيركم من العباد ويدخل فى ذالك العقود ۔ :- روح المعانی پ۱۵ صہ۷۰ :-

صاحب معارف القرآن آیت مذکورہ کے تحت فرماتے ہیں ۔ "عہد دو طرح کے ہیں ایک وہ جو بندہ اور اللہ کے درمیان ہیں جیسے ازل میں بندے کا یہ عہد کہ بیشک اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے اس عہد کا لازمی اثر اسکے احکام کی اطاعت اور اسکی رضا جوئی ہوتا ہے ۔ یہ عہد تو ہر انسان نے ازل میں کیا ہے خواہ دنیا میں وہ مومن ہو یا کافر ۔ دوسرا عہد مومن کا ہے جو شہادت ان لا الہ الا اللہ کے ذریعہ کیا گیا ہے ۔ جس کا حاصل احکام الٰہیہ کا مکمل اتباع اور اسکی رضا جوئی ہے ۔

دوسری قسم عہد کی وہ ہے جو انسان کسی انسان سے کرتا ہے جس میں تمام معاہدات سیاسی ۔ تجارتی ۔ معاملاتی شامل ہیں ۔ جو افراد یا جماعتوں کے درمیان

دنیا میں ہوتے ہیں ۔ پہلی قسم کے تمام معاہدات کا پورا کرنا انسان پر واجب ہوتا ہے ۔ اور دوسری قسم میں جو معاہدات خلافِ شرع نہوں ان کا پورا کرنا واجب ہے اور جو خلاف شرع ہوں ان کا فریق ثانی کو اطلاع کرکے ختم کردینا واجب ہے جس معاہدہ کا پورا کرنا واجب ہے اگر کوئی فریق پورا نہ کرے تو دوسرے کو حق ہے کہ عدالت میں مرافعہ کرکے اس کو پورا کرنے پر مجبور کرے ۔

معاہدہ کی حقیقت یہ ہے کہ دو فریق کے درمیان کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا عہد ہو اور جو شخص کسی سے یکطرفہ وعدہ کرلیتا ہے کہ میں آپ کو فلاں چیز دوں گا یا فلاں وقت آپ سے ملوں گا یا آپ کا فلانا کام کرونگا اس کا پورا کرنا بھی واجب ہے اور بعض حضرات نے اسکو بھی عہد کے اس مفہوم میں داخل کیا ہے ۔ لیکن ایک فریق کے ساتھ کہ معاہدہ فریقین کی صورت میں اگر کوئی خلاف ورزی کرے تو دوسرا فریق اسکو بذریعۂ عدالت مجبور کرسکتاہے مگر یکطرفہ وعدہ کو عدالت کے ذریعہ جبراً پورا نہیں کرسکتا ہاں بلا عذر شرعی کے کسی سے وعدہ کرکے جو خلاف ورزی کرے گا وہ شرعاً گنہگار ہوگا ۔ حدیث میں اسکو عملی نفاق قرار دیا ہے ۔ اس آیت کے آخر میں ارشاد فرمایا ان العهد کان مسئولا یعنی قیامت میں جیسے اور فرائض و واجبات اور احکام الہیۂ کے پورا کرنے نہ کرنے کا سوال ہوگا ۔ ایسا ہی باہمی معاہدات کے متعلق بھی سوال ہوگا ۔ یہاں صرف اتنا کہہ کر چھوڑ دیا گیا کہ اس کا سوال ہوگا ۔ آگے سوال کے بعد کیا ہونا ہے اسکو مبہم رکھنے میں خطرہ کے عظیم ہونے کی طرف اشارہ ہے ۔ (معارف القرآن جلد پنجم ص۴۶۸) اسی طرح حدیث پاک میں ہے ۔ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قلما خطبنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا قال لا ایمان لمن لا امانة له ولا دین لمن لا عهد له ۔ رواہ البیهقی فی شعب الایمان (مشکوٰۃ شریف ص۱۵)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ارشاد فرمایا ہمیں بہت کم وعظ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مگر یہ ضرور ارشاد فرمایا (یعنی عموماً وعظ میں یہ ضرور ارشاد فرماتے تھے) اس کا ایمان (کامل) نہیں جس کے لئے امانت نہیں (یعنی جو امانت کی پرواہ نہیں کرتا) اور اس کا دین (کامل) نہیں جسکے لئے عہد نہیں (یعنی جو عہد پورا کرنے کی پرواہ نہیں کرتا)

ایک حدیث پاک میں جھوٹ بولنے۔ وعدہ خلافی کرنے۔ امانت میں خیانت کرنے کو منافق کی نشانی بتایا ہے۔ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٰیۃ المنافق ثلٰث زاد مسلم وان صام وصلّٰی وزعم انہ مسلم ثم اتفقا اذا حدث کذب واذا وعد اخلف واذا اؤتمن خان۔ مشکوٰۃ شریف ص۱۷

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ منافق کی تین نشانی ہیں۔ مسلم نے یہ زیادہ فرمایا ہے اگرچہ وہ روزہ رکھے نماز پڑھے اور اپنے کو مسلمان کہے آگے مسلم و بخاری دونوں متفق ہیں (۱) کہ جب بات کرے جھوٹ بولے (۲) جب وعدہ کرے خلاف کرے (۳) جب اس کو امانت سپرد کیجائے خیانت کرے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں یہ ہے واذا عاھد غدر جب معاہدہ کرے تو اس کے خلاف کرے۔ (حوالہ بالا)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں یہ بھی ہے کہ ایسا وعدہ ہی نہ کر جسکو تو پورا نہ کرسکے لا تعدہ موعداً فتخلفہ رواہ الترمذی مشکوٰۃ شریف ص۴۱۷ :۔ ایسا وعدہ ہی نکر کہ تو اسکے خلاف کرے

پس تقرّری کے وقت جو معاہدہ قولاً یا حالاً ہوا ہے، اس کا پورا کرنا لازم ہے

خواہ وہ مہتمم مدرسہ ہو یا مدرس یا کوئی اور ملازم جس نے جو معاہدہ کیا اور وہ خلاف شرع نہیں ہے اس کا پورا کرنا لازم ہے پورا نہ کرنے کی صورت میں وہ گنہگار اور قصوروار قرار دیا جائے گا۔ حدیث مندرجہ ذیل سے بھی اس پر استدلال کیا جا سکتا ہے۔

عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الصلح جائز بین المسلمین زاد احمد الا صلحاً حرم حلالاً او احل حراماً زاد سلیمان بن داؤد وقال رسول الله صلی الله علیه وسلم المسلمون علیٰ شروطهم (باب الصلح کتاب القضاء ابوداؤد شریف ج ۲، ص ۵۰۶)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہر صلح مسلمانوں کے مابین جائز ہے۔ احمدؒ نے یہ بھی زائد فرمایا۔ مگر ایسی صلح جسمیں حلال کو حرام یا حرام کو حلال کیا گیا ہو (وہ جائز نہیں) سلیمان بن داؤد نے یہ بھی زائد فرمایا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مسلمان اپنی شرطوں پر ہیں۔ یعنی آپس میں جو شرطیں کی ہیں ان کی پابندی ان پر لازم ہے۔ یہاں بھی مذکورہ قید ملحوظ ہوگی مگر ایسی شرط جسمیں حلال کو حرام یا حرام کو حلال کیا گیا ہو وہ جائز نہیں۔

پس مدرسہ کے نظم کو برقرار رکھنے کیلئے جو دستور تجویز کر لیا جائے اور جو قواعد وضوابط ارکان شوریٰ یا مدرسین وطلبہ وملازم وغیرہ سے متعلق تجویز کر لئے جائیں جبتک خلاف شرع نہوں جائز ہیں اور ان کی پابندی لازم ہے۔ جیسے نصاب تعلیم اسباق۔ اوقات۔ مقامات مجوزہ۔ کی پابندی لازم ہوتی ہے۔ اگر کسی کی خصوصیت کی بنا پر کوئی مخصوص معاہدہ کیا گیا ہو یا بعض شرائط کا اس سے استثنا کیا گیا ہو یا بعض مزید مراعات اسکو دی گئی ہوں اسکے واسطے وہی چیز لازم ہوگی

کما ھو الظاھر۔ فقط
واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم
ربنا لا تزغ قلوبنا بعد
اذ ھدیتنا وھب لنا
من لدنک رحمۃ
انک انت الوھاب
ربنا تقبّل منا انک انت السمیع
العلیم وتب علینا انک انت
التواب الرحیم
وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ
سیدنا ومولانا وحبیبنا محمّد
واٰلہ وصحبہ اجمعین
الیٰ یوم الدین
فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

العبد
محمّد فاروق عفا اللہ عنہٗ

مقیم حال خانقاہ محمودیہ چھتہ مسجد دار العلوم دیوبند ۲۲ ربیع الثانی ۱۴۰۳ھ یوم جمعہ
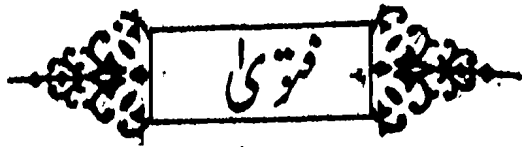
فتویٰ

حضرت مولانا الحاج المفتی سعید احمد صاحبؒ
مفتی اعظم مظاہر علوم سہارنپور

ہر دو سوال پیش کر کے شرعی فتویٰ چاہتا ہوں۔
سوال ۱؎ ہمارے دونوں مدرسوں سہارنپور و دیوبند میں ایک مجلس شوریٰ ہے اور دوسرے ایک صاحب مہتمم یا ناظم کے نام سے ہیں جو کار مدارس کے ذمہ دار کہلاتے جاتے ہیں آپ کے نزدیک انمیں سے امیر کون ہے آیا مجلس شوریٰ یا مہتمم یا ناظم اور اذا عزمت فتوکل علی اللہ کا حکم کس کو ہے۔
۲؎ امیر جو بھی ہو اس کے اختیارات کیا ہیں اور فرائض شرعاً کیا ہیں۔ یہ سوال اس لئے کہ میں اپنی نسبت دیکھ سکوں کہ میں وہ فرائض ادا کر سکتا ہوں یا نہیں۔ والسّلام
احقر شبّیر علی عفی عنہٗ
۹ ربیع ۲ ۱۳۶۴ھ

الجواب

۱؎ مدرسہ مظاہر علوم کے دستور العمل میں سرپرستان اور مہتمم و ناظم کے اختیارات و فرائض بیان کیے گئے ہیں ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کل اختیارات سرپرستان کو ہیں اور ناظم و مہتمم اوسکے ماتحت ہے کام کی نگرانی کا ذمہ دار ہے اس دستور میں اختلاف آراء کی صورت میں فیصلہ کی تصریح نہیں ہے لیکن قدیم معمول یہ ہے کہ فیصلہ کثرت رائے پر ہوتا ہے اس لئے یہ دستور کثرت رائے پر مبنی معلوم ہوتا ہے

اس میں کسی کو امیر تسلیم نہیں کیا گیا ہے ناظم یا مہتمم سرپرستان کی اکثریت کے تابع ہو کر عمل کرتا ہے۔ اب یہ بحث علیحدہ ہے کہ شرعاً کثرتِ رائے پر عمل کرنیکا کیا درجہ ہے۔ دیوبند کا دستور العمل میرے پاس نہیں ہے سنا یہ ہے کہ وہاں بھی کثرتِ رائے ہی پر فیصلہ ہوتا ہے۔

مدرسہ مظاہر علوم کے دستور میں سرپرستان کے یہ اختیارات مذکور ہیں۔

دفعہ ۱۔ سرپرستان مدرسہ کو تمام امور مدرسہ ترقی تنزل وعزل ونصب ملازمان، تغیر و تبدلِ دفعاتِ آئین وغیرہ کا کلی اختیار ہے اور ان کی تجویز جملہ امور میں قطعی ہوگی۔

دفعہ ۲۔ مہتمم کو مہتم بالشان امور میں تمام سرپرستان سے استفسار اور رائے لینا ضروری ہوگا۔ معائنہ جات صفحہ ۳۲:۔ اختیارات و فرائض ناظم و مہتمم

دفعہ ۱۔ مہتمم جملہ ملازمین مدرسہ کے ہر کام کی نگرانی اور درستی حساب کا ذمہ دار ہے۔

دفعہ ۲۔ امور انتظامیہ اور مصارف روزمرّہ معمولی میں مہتمم مجاز ہے۔۔۔ کہ حسب صوابدید خود عمل کرے اور جزئی اور معمولی خرچ بھی کرسکتا ہے۔ مگر کثیر اخراجات غیر معمولی اور خاص انتظامات بلا استصواب سرپرستان نہونگے

ان دفعات سے سرپرستان اور ناظم کے فرائض اختیارات ظاہر ہیں اور یہ بات واضح ہے کہ کلی اختیارات اس دستور میں سرپرستان کے ہیں اور ہر کام کی نگرانی اور جزئی اختیارات ناظم کے ہیں۔ شرعاً بھی کسی ادارہ کے کارکنان پر وہی فرائض اور ذمہ داری عائد ہوتی ہے جو اس ادارہ کے دستور میں تسلیم کی گئی ہو۔ بشرطیکہ کوئی امر خلاف شرع نہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سعید احمد غفرلہٗ ۔ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

۱۲؍ ربیع الثانی ۶۴ھ

۔: منقول از فتاویٰ مظہریہ جلد ۲۳ صفحہ ۴۷ :۔

فتویٰ

فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی

زید مجدہم

مفتی اعظم ہند :-

سوال :- ہمارے یہاں کئی سال ہوئے چند اہل خیر حضرات نے مسلم بچوں کی دینی تعلیم و تربیت کے لئے مدرسہ قائم کرنے کا مشورہ کیا۔ اس پر متفق ہو کر کام شروع کر دیا گیا۔ زمین حاصل کی گئی چندہ جمع کیا گیا۔ نقشہ میونسپلٹی سے منظور کرا کے تعمیر شروع کر دی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی مدرسہ بن گیا۔ اس کی ضروریات (دار الاقامہ مطبخ وغیرہ بھی) فی الجملہ تیار ہو گئیں۔ یہ سب کام مجلس انتظامیہ کے تحت ہوا اور یہ طے پایا کہ مدرسہ کے لئے اساتذہ اور دیگر ملازمین کا تقرر و عزل و نصب اور انکی تنخواہوں کا اور عہدوں کا تعین وغیرہ تمام چیزیں مجلس انتظامیہ کیا کرے گی۔ مجلس انتظامیہ میں اکثر اہل علم ہیں بعض غیر عالم بھی تعمیر وغیرہ کی دیکھ بھال کے لئے ہیں مگر سب اہل فہم و اہل تدین ہیں۔ اساتذہ و ملازمین کا تقرر ہو گیا طلبہ داخل ہوئے اور تعلیم شروع ہو گئی۔ مدرسہ سے متعلق ایک مسجد بھی تعمیر کی گئی۔ مسجد کے لئے ایک امام صاحب کو رکھا گیا۔ ایک صاحب کو مدرسہ کا مہتمم تجویز کیا گیا۔ مہتمم صاحب کو تمام حسابات آمد و خرچ درست رکھنے کا ذمہ دار بنایا گیا مجلس انتظامیہ گاہے گاہے (عامۃً تین ماہ گذرنے پر) حسابات کی جانچ کرتی رہی۔ اور مدرسہ کے لئے جائداد خرید کر اور وقف کی ترغیب دیگر آمدنی کی صورتیں بڑھاتی رہی مہتمم صاحب کی کوتاہیوں پر حسن ادب کے ساتھ توجہ دلاتی رہی مگر مہتمم صاحب نے

کوتاہیوں کی اصلاح نہیں فرمائی جس سے نظام متاثر ہوا۔ بار بار توجہ دلانے پر مہتمم صاحب نے اپنا رُخ بدلا اور فرمایا کہ میں مختار کل ہوں آپ لوگوں کی حیثیت تو صرف مشیر کی ہے میرا دل چاہے کسی بات میں مشورہ کروں نہ دل چاہے تو مشورہ نہ کروں۔ اور پھر یہ بھی ضروری نہیں کہ میں آپ کے مشورہ پر عمل کروں۔ اب بحث یہ شروع ہوگئی کہ صاحب اختیار مہتمم صاحب ہیں کہ جس کو چاہیں ملازم رکھیں جس کو چاہیں الگ کر دیں یا مجلس انتظامیہ جس کو مشیر یا مجلس شوریٰ بھی کہا جاتا ہے۔

ادھر مسجد کے امام صاحب نے بھی فرمایا کہ امام پر نکتہ چینی کرنے کا کسی کو حق نہیں نماز پڑھانے والا صرف ایک شخص ہوتا ہے جو کہ مصلے پر کھڑا ہوتا ہے وہی امام ہے بقیہ سب لوگ ارکان شوریٰ وغیرہ مقتدی ہیں سب امام کی حرکت و سکون کے تابع ہیں کسی کو اختلاف کرنے کا حق نہیں ہے اگر امام نماز میں غلطی بھی کرتا ہے تو اس میں بھی امام کا اتباع لازم ہے۔ اگر امام میں کوتاہی ہو تو اس کو بھی برداشت کرنا ضروری ہے۔

مہتمم صاحب اور امام صاحب نے مل کر ایک مقالہ تیار کیا جسمیں اپنا اپنا اقتدار اعلیٰ ثابت کیا ہے۔ اور سب کو اپنا کلیتہً ماتحت اور تابع قرار دیا ——— مقالہ طویل ہے۔ اس میں غیر دینی سیکولر عہدہ داروں کا تذکرہ بطور مثال و دلیل کیا ہے مثلاً کلکٹر ایک ہوتا ہے اور تمام حکّام ضلع اس کے ماتحت اور تابع ہوتے ہیں؛ گورنر ایک ہوتا ہے، کمشنر ایک ہوتا ہے، وزیر اعظم ایک ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ

ان مثالوں کو بطور دلیل بیان کیا ہے۔ ان کے متعلق تو ہمیں کچھ نہیں پوچھنا کیونکہ ظاہر ہے کہ یہ مثالیں شرعی مسائل کی بنیادیں نہیں۔ نہ حکومت نے کبھی یہ دعویٰ کیا ہے کہ ہماری حکومت شرعی حکومت ہے بلکہ وہ تو بار بار اعلان کر چکی ہے کہ یہ لادینی حکومت ہے۔ جو شخص لادینی نظام پر دینی نظام کو قیاس کرنا چاہیے ظاہر ہے کہ اس

سے زیادہ لغویت کیا ہوگی اس کے جواب کی تو ضرورت نہیں کیونکہ کوئی سمجھ دار آدمی اس مغالطہ میں نہیں آئے گا البتہ مقالہ کے بعض مندرجہ امور سے شبہ ہوتا ہے ان کے متعلق دریافت کرنا ہے۔

۱۔ گھر کا امیر باپ ہوتا ہے اولاد سب تابع ہوتی ہے اولاد کو یہ کہنے کا حق نہیں ہوتا کہ ہم کماتے ہیں آپ ہمارے نوکر کی حیثیت سے رہئے گھر کی خدمت انجام دیجئے اور جو کچھ ہم اس کے معاوضہ میں دیں لے کر کھا لیا کیجئے۔

۲۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہم امور میں حسب ارشاد باری تعالےٰ صحابہؓ سے مشورہ کیا پھر جو کچھ شرح صدر ہوا اس پر عمل کیا صحابہؓ کی رائے یا ان کی کثرت رائے کے پابند نہیں ہوئے۔

۳۔ اللہ تعالےٰ نے ملائکہ سے مشورہ کیا، آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے کے سلسلہ میں مگر ملائکہ کی رائے کے خلاف عمل کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ امیر مجلس شوریٰ کا پابند نہیں۔

۴۔ کیا امیر کی اطاعت ہر کام میں لازم ہے جبکہ وہ معصیت نہ ہو۔؟

۵۔ کیا امیر کی کسی غلطی پر توجہ دلانا شرعاً حرام اور بغاوت ہے۔؟

۶۔ کیا امیر پر اعتراض کرنے والا اور اس کی رائے سے اختلاف کرنے والا واجب القتل یا مستحق قتل ہے؟ اسلاف میں اس کے کچھ نظائر ہوں تو پیش فرما دیں۔

۷۔ مہتمم صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ مہتمم کی حیثیت سلطان وقت کی ہے کہ اس کو پورے اختیارات حاصل ہیں البتہ اس کے پاس فوج، پولیس، خزانہ نہیں ہے اس لئے وہ شرعی سزائیں نہیں دے سکتا اس حد تک وہ سلطان معذور ہے

۸۔ کیا امامِ نماز ...... بھی ایسا ہی صاحب اقتدار ہے کہ مقتدی اس کی تمام غلطیوں میں اتباع کرنے پر مجبور ہیں۔

۹۔ اگر مقتدی امام صاحب کی غلطیوں کی وجہ سے ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے ناخوش ہوں تو ایسی حالت میں امام صاحب کا جبراً نماز پڑھانا اور کہنا کہ مجھے کوئی الگ نہیں کر سکتا کہاں تک درست ہے۔؟

۱۰۔ کیا کثرتِ رائے کسی حالت میں بھی معتبر نہیں اور کیا یہ غیر دینی طریقہ ہے کہ اس پر عمل کرنے سے گناہ ہوگا؟

۱۱۔ امام صاحب، مہتمم صاحب، ملازم صاحب کو کسی حالت میں برطرف بھی کیا جاسکتا ہے یا وہ ہر حالت میں اپنے عہدوں پر تاحیات برقرار و تنخواہ دار رہیں گے۔

نوٹ۔ سوالات طویل ہوگئے ہیں مگر امید ہے ہماری مجبوری کو مدنظر رکھتے ہوئے مفصل، مدلل جوابات تحریر فرمائیں گے۔ ان اطراف میں مہتمم صاحب کے اس مقالہ سے بہت خلفشار ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپکو جزائے خیر دے۔

الجواب۔ واللّٰہ الہادی الی الصواب۔ محترمی وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ برکاتہ

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

۱۔ باپ سے متعلق یہ خیال اور قول صحیح ہے کہ باپ کا درجہ بلند ہے متعدد آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کا حکم فرماتے ہوئے والدین کے ساتھ احسان کا بھی حکم فرمایا ہے وَقَضٰی رَبُّکَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا اھ[1] نیز حدیث شریف میں ہے:۔ انت ومالک لوالدک[2] اھ مشکوٰۃ شریف ص ۲۹۱

اور فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر ایک شخص نے ایک دوکان شروع کی پھر اس کا بیٹا بھی اس میں کام کرنے لگا جس سے ترقی ہوئی پھر باپ بوڑھا ہوگیا کام کے قابل نہیں رہا تو بیٹا یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں دوکان کا مالک ہوں یا اس میں شریک وحصہ دار ہوں کیونکہ

---

[1] اور تیرے رب نے حکم کردیا ہے کہ بجز اس کے کسی کی عبادت نہ کرو اور تم ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کیا کرو الخ بیان القرآن

[2] تو اور تیرا مال تیرے والد کے لئے ہے

میری محنت سے ترقی ہوئی ہے بلکہ وہ دوکان باپ کی ملکیت ہوگی اور بیٹا معاون شمار ہوگا۔ نیز بیان کیا ہے کہ بیٹے کے لئے جائز نہیں کہ باپ سے ملازم کی طرح خدمت لے کہ یہ احترام والد کے خلاف ہے لیکن اس سے مسئلہ مہتمم پر استدلال کرنا غلط اور مغالطہ ہے کیونکہ باپ تو اصل ہوتا ہے اور اولاد اس کے ذریعہ وجود میں آتی ہے۔ وہ اولاد کی پرورش کرتا ہے تعلیم دیتا اور تربیت کرتا ہے۔

مدرسہ میں شوریٰ کا وجود و منصب پہلے ہے اس نے اہتمام کا منصب تجویز کیا اور مہتمم صاحب کو لاکر بٹھایا اور ان کے لئے تنخواہ تجویز کی۔ پس مہتمم مدرسہ اور شوریٰ کا حال باپ اور اولاد کے حال سے بالکل برعکس ہے۔

۲۔ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے رسول اور مؤید بالوحی ہونے کے باوجود حکم خداوندی وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ[۱] کے تحت اہم امور میں صحابہؓ سے مشورہ بھی فرمایا اور فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ[۲] کے تحت شرح صدر پر عمل بھی فرمایا اور بعض مواقع میں جو اپنی رائے عالی کو صحابہؓ کی دل جوئی کے پیش نظر ترک بھی فرمایا۔ غزوۂ اُحد کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے مدینہ طیبہ سے باہر جاکر جنگ کرنے کی نہیں تھی مگر شہادت کے شوقین صحابہؓ کی رائے کو اختیار فرمایا۔ غزوۂ خندق کے موقع پر آپ کی رائے مصالحت کی تھی مگر انصار کے دو قبیلوں کے سرداروں کی رائے نہیں ہوئی۔ آپ نے ان کی رائے کو قبول فرمالیا مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کے لئے جنت کی خوشخبری سنانے کے واسطے حضرت ابوہریرہ رضؓ کو نعلین شریفین دے کر بھیجا لیکن حضرت عمر رضؓ کی رائے نہیں ہوئی آپؐ نے اپنی رائے عالی کو ترک فرمادیا۔ یہ سب واقعات کتب احادیث صحاح میں صاف صاف مذکور ہیں۔ ظاہر یہ ہے کہ ان مواقع پر صحابہؓ کی رائے پر شرح صدر اور عزم ہوگیا نبی کا مقام اتنا بلند ہے

---

[۱] اور ان سے خاص خاص باتوں میں مشورہ لیتے رہا کیجئے (بیان القرآن)

[۲] پھر جب آپ رائے پختہ کرلیں سو خدا تعالےٰ پر اعتماد کیجئے۔ (بیان القرآن)

کہ وہاں غلط چیز پر شرح صدر نہیں ہو سکتا کیونکہ وحی الٰہی عاصم و محافظ ہے۔

لیکن مجلس شوریٰ اور مہتمم کو اس پر قیاس کرنا غلط در غلط ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رفیع مقامات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تزکیہ اور فیض صحبت کی بدولت حاصل ہوئے یَتْلُوْ عَلَیْہِمْ اٰیَاتِہٖ وَیُزَکِّیْہِمْ وَیُعَلِّمُہُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَۃَ[۱] صحابہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو منصب رسالت نہیں دیا بلکہ اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ[۲] پھر مہتمم کے منصب اہتمام کو جو کہ شوریٰ کا دیا ہوا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب رسالت پر کیسے قیاس کیا جا سکتا ہے۔ استغفر اللہ العظیم۔

۳۔ جماعت ملائکہ کے لئے مجلس شوریٰ کا لقب بڑا عجیب لقب ہے اور آیت قرآنی وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً[۳] کا مطلب مشورہ طلب کرنا عجیب در عجیب ہے نہ یہاں شوریٰ ہے نہ مشورہ ہے لہٰذا یہ نتیجہ نکالنا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ ملائکہ کی شوریٰ کے پابند نہیں اسی طرح مہتمم بھی مدرسہ کی شوریٰ کا پابند نہیں بالکل بے محل ہے۔

بات دراصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر اپنا خلیفہ بھیجنے کے لئے ملائکہ سے اپنا ارادہ ظاہر فرمایا کہ جس طرح دیگر کائنات سے متعلقہ خدمات ملائکہ کے سپرد ہیں اسی طرح خلیفہ سے متعلقہ خدمات بھی ان کے سپرد کی جائیں گی ملائکہ کو تخلیق آدمؑ کی حکمت کا علم نہیں تھا اس لئے انھوں نے اپنے منصب سے بڑھ کر بات کی جس پر ان کو جواب دیا گیا اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ[۴] پھر انھوں نے اعتراف قصور کیا۔

---

[۱] وہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور ان لوگوں کی صفائی کرتے رہتے ہیں کتاب اور فہم کی باتیں بتلاتے رہتے ہیں۔ [۲] اس موقع کو تو خدا ہی خوب جانتا ہے جہاں جہاں اپنا پیغام بھیجتا ہے (بیان القرآن) [۳] اور جس وقت ارشاد فرمایا آپ کے رب نے فرشتوں سے کہ ضرور میں بناؤں گا زمین میں ایک نائب (بیان القرآن) [۴] میں جانتا ہوں اس بات کو جس کو تم نہیں جانتے (بیان القرآن)

حق تعالیٰ خالق ہیں ملائکہ مخلوق ہیں۔ خالق کو مخلوق سے مشورہ لینے کا کیا محل ہے
اللہ پاک کا علم ذاتی ہے ملائکہ کا علم حصولی (اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا) ہے۔ پھر وہاں مشورہ کی
کیا گنجائش ہے ملائکہ کو ملائکہ اللہ تعالیٰ نے بنایا۔ اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ ملائکہ نے
نہیں بنایا۔ کیا مدرسہ کے مہتمم اور شوریٰ کا بھی یہی حال ہے۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا

۴۔ امرِ امیر (سلطان) کی اطاعت واجب ہے جبکہ موافق شرع ہو معصیت نہ ہو
امر السلطان ینفذ اذا وافق الشرع والافلا۔ اشباہ۔ من القاعدۃ الخامسۃ و
فوائد شتیٰ فلو امر قضاتہ بتحلیف الشھود وجب علی العلماء ان ینصحوہ و
یقولوا لہ لا تکلف قضاتك الی امر یلزم منہ سخطك او سخط الخالق اھ
درمختار۔ وفی ط عن الحموی ان صاحب البحر ذکرنا قلا عن ائمتنا ان طاعۃ
الامام فی غیر معصیۃ واجبۃ فلو امر بصوم یوم وجب[1] اھ شامی ص ۳۴۴ ج ۴
لیکن اگر اکثر کے نزدیک امام کی رائے میں ضرر ہو تو اکثر کی رائے کا اتباع
کیا جائے گا۔ قال فی الملتقی وینبغی للامام ان یعرض الجیش عند دخول
دار الحرب لیعلم الفارس من الراجل قال فی شرحہ وان یکتب اسماءھم
وان یؤمر علیھم من کان بصیرًا باموردار الحرب وتدبیرھا ولو
من الموالی وعلیھم طاعتہ لان مخالفۃ الامیر حرام الا اذا اتفق

---

[1] امر سلطان نافذ ہوگا جب شرع کے موافق ہو ورنہ نہیں۔ (اشباہ من القاعدۃ الخامسۃ وفوائد شتیٰ)
پس اگر امیر نے اپنے قاضیوں کو گواہوں کو قسم دینے کا حکم کیا تو علماء پر اس کو نصیحت کرنا واجب ہے اور یہ
کہ اس سے کہیں کہ اپنے قاضیوں کو ایسے امر کی تکلیف نہ دے جس سے تیری اور خالق تعالیٰ کی ناراضگی
لازم آئے۔ اھ درمختار وفی ط عن الحموی۔ صاحب بحر نے ذکر کیا ہمارے ائمہ سے نقل کرتے ہوئے کہ
غیر معصیت میں امام کی اطاعت لازم ہے پس اگر وہ کسی دن کے روزہ کا حکم کرے تو وہ واجب ہوگا۔

الاکثر انہ ضرر فیتبع[ا] اھ شامی ص۲۳۴ ج ۳

۵۔ نہ بغاوت ہے نہ حرام ہے بلکہ ضرر سے بچانے کے لئے خواہ ضرر دنیوی ہو یا اخروی امیر کو نصیحت کرنا علماء کے ذمہ واجب ہے جیسا کہ ص۴ میں گذرا وجب علی العلماء ان ینصحوہ اھ۔

۶ و ۷۔ عن حذیفة رض قال قلت یا رسول اللہ أیکون بعد ھذا الخیر شر کما کان قبلہ شر قال نعم قال فما العصمة قال السیف قلت وھل بعد السیف بقیة قال نعم تکون امارة علی اقذاء وھدنة علی دخن قلت ثم ماذا قال ثم ینشأ دعاة الضلال فان کان للہ فی الارض خلیفة جلد ظھرك واخذ مالك فاطعہ والا فمت وانت عاض علی جذل شجرة[۲] الحدیث اھ اس کی شرح مرقاۃ ص۱۴۳ ج ۵ میں ہے ایک ہی

[ا] ملتقی میں بیان فرمایا ہے اور امام کے لئے مناسب ہے کہ دار الحرب میں داخلہ کے وقت لشکر کا ملاحظہ کرے تاکہ گھوڑے سوار اور پیدل کا علم ہو جائے۔ اس کی شرح میں لکھا ہے (کہ یہ بھی ضروری ہے) کہ ان (لشکریوں) کے نام بھی لکھے اور ان پر ایسے شخص کو امیر بنائے جو امور حرب اور انکی تدابیر کی بصیرت رکھتا ہو اگرچہ موالی میں سے ہی ہو اور ان پر اس کی اطاعت واجب ہے اسلئے کہ امیر کی مخالفت حرام ہے مگر جبکہ اکثر اس پر متفق ہوں کہ وہ ضرر ہے تو اس رائے اکثر کا اتباع کیا جائیگا۔ شامی۔

[۲] حضرت حذیفہ رض سے روایت ہے انھوں نے فرمایا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا اس خیر کے بعد بھی شر ہوگا جیسا اس سے پہلے تھا۔ ارشاد فرمایا۔ ہاں۔ عرض کیا اس سے بچاؤ کی کیا صورت ہے۔ ارشاد فرمایا تلوار۔ میں نے عرض کیا کیا تلوار کے بعد بھی اس کا بقیہ ہوگا۔ ارشاد فرمایا ہاں، امارت ہوگی دلوں میں کچھ صفائی نہیں ہوگی دلوں میں کینہ کیساتھ صلح ہوگی۔ میں نے عرض کیا اس کے بعد کیا ہوگا۔ ارشاد فرمایا پھر گمراہی کے داعی پیدا ہوں گے پس اگر زمین میں کوئی خلیفہ ہو جو تمھاری پشت پر کوڑے لگائے اور تمھارا مال لیلے تب بھی اسکی اطاعت کرنا ورنہ درخت کی جڑ کو دانتوں سے پکڑے ہوئے مرجانا (یعنی گوشہ نشینی اختیار کرلینا)

شخص کو ایک وقت دفع شر کے لئے سیف (قتال) کا حکم دیا اور دوسرے وقت میں جسمانی و مالی اذیت وظلم کو برداشت کرتے ہوئے اطاعت امیر (خلیفہ) کا حکم دیا۔ نیز کلمۃ حق عند سلطان جائر کو افضل الجہاد قرار دیا۔ کذا فی شرح الجامع الصغیر ص۸۱۔

چند واقعات واقوال اُمراء (خلفاء) کے نقل کئے جاتے ہیں جن سے معلوم ہوگا کہ امیر کی رائے سے اختلاف اوراس پر اعتراض کی ان کے یہاں کیا سزا اور کیا قدر تھی۔

(۱) سب سے اول اور سب سے افضل خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں جب وہ خلیفہ ہوئے تو خطبہ دیا اور فرمایا۔ ثم تکلم ابوبکر فحمد اللہ واثنیٰ علیہ ثم قال اما بعد ایہا الناس فانی قد ولیت علیکم ولست بخیرکم فان احسنت فاعینونی وان اسأت فقوّمونی اھ تاریخ الخلفاء ص۵۸۔ فاذا رأیتمونی استقمت فاتبعونی واذا رأیتمونی زغت فقوّمونی[۱] اھ تاریخ الخلفاء ص۶۰ یعنی اگر میں سیدھا سیدھا چلوں تو میرا اتباع کرو اور میری اعانت کرو۔ اگر میں ٹیڑھا پن اختیار کروں تو اس میں میرا اتباع مت کرو بلکہ مجھے ہی سیدھا کردو۔

اسی ارشاد سے امام مالک رحمۃ نے نتیجہ نکالا قال مالک لایکون احد اماما ابداً الا علی ھذا الشرط[۲] اھ تاریخ الخلفاء ص۶۰۔

---

[۱] پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کلام فرمایا (خطبہ دیا) اللہ تعالیٰ کی حمدوثنا بیان فرمائی اس کے بعد فرمایا اما بعد۔ لوگو میں تمہارا والی بنایا گیا ہوں اور میں تم میں بہتر وافضل نہیں ہوں اگر میں صحیح کام کروں تو میری مدد کرنا اور اگر برا طریقہ اختیار کروں تو مجھے سیدھا کر دینا۔ جب تم مجھے دیکھو کہ میں سیدھے رستہ پہ ہوں میرا اتباع کرنا اور جب مجھے دیکھو کہ صحیح راستہ سے ہٹ گیا تو مجھے سیدھا کر دینا۔ (تاریخ الخلفاء)

[۲] حضرت امام مالک رحمۃ نے فرمایا کوئی کبھی بھی امام نہیں بنیگا مگر اسی شرط کے مطابق ۱۲۔

کوئی شخص کبھی بھی امام نہیں بن سکتا مگر اسی شرط کے ساتھ (جو خلیفہ اول نے بیان فرمائی) خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ لا تزیدوا فی مہور النساء علی (۴) اربعین اوقیۃ فمن زاد القیت الزیادۃ فی بیت المال فقالت امراۃ ما ذالک الیک قال ولم قالت لان اللہ یقول وَاٰتَيْتُمْ اِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا فقال عمر رض امراۃ اصابت و رجل اخطأ[۱] اھ مرقاۃ المفاتیح ص۴۴۷ ج ۳ ایک عورت نے امیر المومنین کی رائے سے اختلاف کیا۔ اس کی قدر فرمائی عتاب نہیں فرمایا۔

۳۔ عن ابی وائل قال جلست مع شیبۃ علی الکرسی فی الکعبۃ فقال لقد جلس ھذا المجلس عمر فقال لقد ھممت ان لا ادع فیھا صفراء ولا بیضاء الا قسمتہ قلت ان صاحبیک لم یفعلا قال ھما امرآن اقتدی بھما[۲]۔ بخاری شریف۔ باب کسوۃ الکعبۃ ص۲۱۶ ۔ یہاں بھی کوئی عتاب نہیں فرمایا بلکہ اپنی رائے کو ترک فرمایا۔

۴۔ وعن ثور الکندی ان عمر بن الخطاب کان یعس بالمدینۃ من اللیل

---

[۱] عورتوں کے مہر میں چالیس اوقیہ پر زیادتی مت کرو جو شخص زیادتی کریگا تو اس زیادتی کو میں بیت المال میں داخل کر دونگا۔ ایک عورت نے کہا آپ کو اس کا اختیار نہیں۔ ارشاد فرمایا، کیوں؟ اسنے کہا اسلئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے واٰتیتم احدٰھن قنطارا (جس سے عورتوں کو مہر میں کثیر مال دینا ثابت ہوتا ہے) حضرت عمر رض نے فرمایا: عورت نے درست کہا اور مرد نے غلطی کی: (مرقاۃ)

[۲] حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا میں حضرت شیبہ رض کے ساتھ کرسی پر خانہ کعبہ میں بیٹھا انھوں نے فرمایا۔ اسی جگہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیٹھ کر فرمایا تھا کہ میں نے ارادہ کیا کہ اس میں کوئی زرد و سفید (سونا چاندی) نہیں چھوڑونگا مگر اس کو تقسیم کر دونگا۔ میں نے کہا آپ کے دونوں ساتھیوں (حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) نے ایسا نہیں کیا۔ فرمایا وہ دونوں ایسے حضرات ہیں کہ میں انھیں کی اقتدار کرونگا۔

نسمع صوت رجل فی بیت یتغنی فتسوّر فوجد عنده امرأة وعنده خمر فقال یا عدو الله اظننت ان الله یسترك وانت علی معصیة فقال وانت یا امیر المؤمنین لا تعجل علی ان اکن عصیت الله واحدة فقد عصیت الله فی ثلاث قال الله تعالیٰ "وَلَا تَجَسَّسُوْا" وقد تجسست۔ وقال "وَأْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا" وقد تسورت علی۔ ودخلت علی بغیر اذن وقال الله تعالیٰ "لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰى اَهْلِهَا" قال عمر فهل عندکم من خیر ان عفوت عنك قال نعم فعفا عنه وخرج وترکہ[1] اھ ازالۃ الخفاء ج ۲ ص ۲۳

دیکھیے یہاں نہ صرف اختلاف کیا بلکہ کتنی سخت گرفت کی۔ لیکن حضرت عمرؓ نے سزا نہیں دی۔

(۵) خلیفہ ہونے کے بعد خطبہ دیا۔ اسی خطبہ میں فرمایا۔

وروی انہ قال یوما علی المنبر یا معاشر المسلمین ماذا تفعلون

---

[1] ثور کندی رحمہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ (زادہا اللہ شرفاً وکرامۃ) میں رات کے وقت پہرہ دیتے تھے۔ ایک گھر میں ایک شخص کی آواز سنی کہ وہ گانا گا رہا ہے۔ حضرت عمرؓ دیوار پر کو چڑھے تو اس کے پاس ایک عورت کو پایا اور اس کے پاس شراب بھی تھی۔ فرمایا، اللہ کے دشمن کیا تیرا یہ خیال ہے کہ اللہ تعالے تجھے چھپالیگا حالانکہ تو اس کی معصیت میں مشغول ہے۔ اس نے کہا۔ امیر المومنین! آپ مجھ پر جلدی نہ فرمائیں۔ میں نے اگر اللہ تعالیٰ کی ایک نافرمانی کی ہے بے شک آپ نے تین نافرمانیاں کی ہیں (۱) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "وَلَا تَجَسَّسُوْا" جاسوسی مت کرو اور آپ نے جاسوسی کی (۲) اللہ تعالیٰ نے فرمایا "وَأْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا" گھروں میں دروازوں سے داخل ہوا کرو اور آپ پیچھے سے دیوار پھلاند کر اندر گھسے۔ (۳) اور آپ بلا اجازت داخل ہوئے حالانکہ اللہ پاک کا ارشاد ہے، لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ الخ دوسروں کے گھروں میں بلا اجازت اور بلا سلام داخل مت ہوا کرو۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا تمھارے پاس خیر ہے (یعنی توبہ کرو کہ آئندہ ایسا نہیں کروگے۔) اگر میں تم کو معاف کردوں، عرض کیا ہاں آپ نے اسکو معاف کردیا اور اس کو چھوڑ کر تشریف لے آئے۔

لو ملت برأسی الی الدنیا کذا ومیّل رأسہ فقام الیہ رجل فاسترّ سیفہ وقال رجل کنا نفعل بالسیف کذا واشار الی قطعہ فقال ایای تعنی بقولک قال نعم ایاک اعنی بقولی فنہرہ عمر ثلاثا وھو ینھر عمر فقال عمر رحمک اللہ الحمد للہ الذی جعل فی رعیتی من اذا تعوجت قوّمنی[1] ازالۃ الخفاء مترجم ج ۴ صہ ۱۴۵

(۶) قال عمرؓ فی مجلس فیہ المہاجرون والانصار ارائیتم لو ترخصت فی بعض الامور ماذا کنتم فاعلین فسکتنا فقال ذالک مرتین او ثلثا لو ترخصت لکم فی بعض الامور ماذا کنتم فاعلین۔ قال بشر بن سعد لو فعلت ذالک لقوّمناک تقویم القدح فقال عمرؓ انتم اذا انتم[2] ازالۃ الخفاء مترجم ج ۴ صہ ۱۲۲۔

(۷) خلیفہ ہوتے ہی عام اجازت دی کہ میری جو بات قابلِ اعتراض ہو سر دربار مجھے ٹوک دیا جائے۔ آپکی طرف سے اعلان دیا گیا کہ احب الناس الیّ من رفع الیّ عیوبی یعنی سب سے زیادہ میں اس شخص کو پسند کرونگا جو میرے عیوب پر مجھے اطلاع

---

[1] حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ نے ایک دن منبر پر ارشاد فرمایا: اے مسلمانوں کے گروہو! تم کیا کروگے اگر میں اپنا سر دنیا کیطرف جھکا لوں، اسطرح۔ اور اپنے سر کو جھکایا۔ ایک شخص کھڑا ہوا اور تلوار کھینچ کر بولا کہ ہاں پھر ہم اپنی تلوار سے اسطرح کرینگے۔ اور گردن کاٹنے کا اشارہ کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا (امتحاناً) کیا تو اپنے قول سے مجھے ہی مراد لے رہا ہے۔ اس نے کہا ہاں میں اپنے قول سے آپ کو ہی مراد لے رہا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے اسکو تین مرتبہ جھڑکا وہ عمر کو جھڑکتا رہا۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ تجھ پر رحم کرے اللہ کا شکر ہے جس نے میری رعیت میں ایسے شخص کو رکھا کہ اگر میں ٹیڑھا ہو جاؤں تو وہ مجھے سیدھا کر دے۔

[2] ترجمہ: حضرت عمرؓ نے ایک مجلس میں جسمیں مہاجرین وانصار موجود تھے فرمایا بتاؤ! اگر بعض امور میں میں سستی کروں تو تم کیا کروگے ہم خاموش رہے دو دفعہ یا تین دفعہ یہی ارشاد فرمایا کہ بعض امور دین میں میں سستی کروں تو تم کیا کروگے بشر بن سعدؓ نے جواب دیا۔ اگر آپنے ایسا کیا تو ہم آپ کو تیر کیطرح سیدھا کر دینگے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تم اس وقت تم ہوگے (یعنی لایخافون فی اللہ لومۃ لائم کا مصداق ہوگے)

دے۔ اس کے بعد ادنیٰ ادنیٰ لوگوں نے سر دربار آپ پر نکتہ چینی شروع کی اگرچہ وہ نکتہ چینی غلط ہوتی تھی۔ مگر آپ اس پر خوش ہوتے تھے اور بڑی توجہ سے سنتے تھے اور اس کا جواب دیتے تھے۔ اھ سیرت فاروق اعظم رض ص۱۵۱

(۸) آپ خطبہ پڑھنے کے لئے تشریف لائے تو حضرت سلمان فارسی رض نے ٹوکا

اتت برود من الیمن الی عمر بن الخطاب رض فقسمھا بین اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بردًا بردًا ثم صعد المنبر یوم جمعۃ فخطب الناس فی حلۃ منھا والحلۃ عند العرب ثوبان من جنس واحد وکان ذلک من احسن زیھم فقال الا اسمعوا ثم وعظ الناس فقام سلمان فقال واللہ ما نسمع واللہ ما نسمع قال وما ذلک قال انک اعطیتنا ثوبًا ثوبًا ورحت فی حلۃ فقد تفضلت علینا بالدنیا فتبسم ثم قال عجلت یا ابا عبداللہ رحمک اللہ انی کنت غسلت ثوبی الخلق فاستعرت برد عبد اللہ بن عمر فلبستہ مع بردی فقال سلمان الآن نسمع[۱]۔ ازالۃ الخفاء ص ۱۳۱ جلد چہارم مترجم۔

---

[۱] یمن سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کچھ چادریں آئیں انھوں نے انکو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تقسیم فرما دیا ایک ایک چادر۔ پھر آپ جمعہ کے دن منبر پر چڑھے ان میں کا ایک حلّہ (جوڑا) پہنکر لوگوں کو خطبہ دیا۔ اور حلہ عرب کے نزدیک ایک جنس کے دو کپڑوں کو کہتے ہیں اور یہ ان کے بہت اچھے لباس میں سے ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ شروع فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ خبردار سنو! پھر لوگوں کو وعظ کہنے کے لئے تیار ہوئے تو حضرت سلمان رض کھڑے ہوئے اور فرمایا واللہ نہیں سُنینگے۔ حضرت عمر رض نے فرمایا آخر اس کی کیا وجہ ہے۔ جواب دیا آپ نے ہمکو ایک ایک کپڑا دیا اور خود ایک حلّہ (جوڑا) پہنے ہوئے ہو تو دنیاداری میں تم ہم سے بڑھے ہوئے ہو (دنیاداری میں جو خود بڑھا ہوا ہو اس کو دوسروں کو نصیحت کرنیکا کیا حق ہے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سنکر مسکرا کر فرمایا ابو عبداللہ تم نے جلدی کی (اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے) میں نے اپنے پرانے کپڑے دھوئے تھے تو عبداللہ بن عمر رض سے ان کی چادر مانگ کر اپنی چادر کے ساتھ شامل کر لی۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا "اب سُنیں گے"۔

(۹) قال ابن عون کان الرجل یقول لمعاویۃ واللّٰہ لتستقیمن بنا یامعاویۃ اولنقومنک۔ فیقول بماذا فیقول بالخشب فیقول اذاً نستقیم[1] اھ تاریخ الخلفاء ص۱۴۹

دیکھیے حضرت معاویہ رضؓ کو کتنا سخت کلمہ کہا مگر انھوں نے کیا معاملہ کیا۔

(۱۰) یزید کو جب ولی عہد بنانے کا قصہ پیش آیا حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر اور حضرت عبداللہ بن عمر سے گفتگو کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیر کا نمبر آیا۔ ثم ارسل الی ابن الزبیر فقال یا ابن الزبیر انما انت ثعلب رواغ کلما خرج من جحر دخل فی اخر۔ وانک عمدت الی ھذین الرجلین فنفخت فی مناخرھما وحملتھما علی غیر رائھما فقال ابن الزبیر ان کنت قد مللت الامارۃ فاعتزلھا وھلم ابنک فلنبایعہ ارأیت اذا بایعت ابنک معک لایکما نسمع ونطیع لاتجتمع البیعۃ لکما ابداً[2] تاریخ الخلفاء ص۱۵۰ و ص۱۵۵۔

(۱۱) غور کیجیے اور جاریہ بن قدامہ کا مکالمہ حضرت معاویہؓ سے کتنا سخت ہے اس کو بھی دیکھیے۔

---

[1] ابن عون رضؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص حضرت معاویہ رضؓ سے کہہ رہا تھا قسم بخدا اے معاویہؓ! ہمارے ساتھ سیدھے رہنا ورنہ ہم سیدھا کردینگے۔ فرمانے لگے، کس چیز سے؟ اس نے جواب دیا لکڑی (لاٹھی) سے حضرت معاویہ فرمانے لگے۔ پھر ہم سیدھے رہیں گے۔

[2] پھر ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور فرمایا ابن زبیر! تو اس حیلہ باز لومڑی کے مثل ہے کہ ایک سوراخ سے نکلتی ہے دوسرے سوراخ میں داخل ہوجاتی ہے اور تو نے ہی ان دونوں شخصوں کا ارادہ کیا اور ان کی ناک میں پھونک ماردی اور ان دونوں کو ان کی رائے کے خلاف پر آمادہ کیا۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے جواباً فرمایا اگر آپ امارت سے اکتا گئے ہیں تو اس کو چھوڑ دیجیے (استعفیٰ دیدیجئے) اور اپنے بیٹے کو لائیے ہم اس سے بیعت کرلیں بتائیے جب ہم آپ کے ساتھ آپ کے بیٹے سے بیعت کرلیں تو تم دونوں میں سے کس کی اطاعت کریں گے۔ بیعت تم دونوں کے لئے کبھی بھی جمع نہیں ہوسکتی۔ (تاریخ الخلفاء)

فیہا ان قوائم السیوف التی لقیناک بہا بصفین فی ایدینا قال (معاویہؓ) انک لتہددنی قال انک لن تملکنا قسرۃ ولو تفتحنا عنوۃ ولکن اعطیتنا عہوداً ومواثیق فان وفیت لنا وفینا وان ترغب الی غیر ذلک فقد ترکنا وراءنا رجالا امداداً وادرعا شداداً واسنۃ حداداً فان بسطت الینا فترا من غدر دلفنا الیک بباع من ختر قال معاویۃؓ لا اکثر اللہ فی امثالک[ل] اھ تاریخ الخلفاء ص۱۵۳۔

(۱۲) یزید الناقص ابو خالد بن الولید نے جو خطبہ دیا اس میں صاف صاف اعلان کیا

فان اردتم بیعتی علی الذی بذلت لکم فانا لکم وان ملت فلا بیعۃ لی علیکم وان رأیتم احداً اقوی منی علیہا فانا اول من یبایعہ ویدخل فی طاعتہ واستغفر اللہ لی ولکم[ع] اھ تاریخ الخلفاء ص۱۹۴۔

دیکھئے ان اکابر اسلاف کے پاس فوج اور پولیس بھی تھی بیت المال کا خزانہ بھی تھا مگر اپنے سے اختلاف کرنے والوں اور اعتراض کرنے والوں کو قتل نہیں کیا نہ قید

[ل] اسی میں یہ بھی ہے کہ ان تلواروں کے قبضے جن کے ساتھ ہم نے صفین میں آپ سے ملاقات کی تھی ہمارے ہاتھوں میں ہیں۔ حضرت معاویہ رضؓ نے فرمایا۔ تو مجھے دھمکی دے رہا ہے۔ اس نے کہا آپ ہمارے زبردستی مالک نہیں بنے نہ ہم کو قوت کے ساتھ فتح کیا۔ آپنے ہم سے کچھ عہد کئے ہیں پس اگر آپ انکو پورا کریں گے ہم بھی پورا کرینگے۔ اور اگر آپ اس کے علاوہ دوسری چیز کی طرف مائل ہوئے تو ہم نے اپنے پیچھے قوت والے مرد مضبوط زرہیں، تیز دھار دار نیزے چھوڑے ہیں۔ پس اگر آپ نے ہماری طرف بالشت بھر عہد شکنی کی تو ہم آپ کی طرف چل پڑیں گے ایک باع (پانچ ہاتھ) حضرت معاویہ رضؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تجھ جیسے زیادہ نہ کرے۔ (تاریخ الخلفاء)

[ع] پس اگر تم میری بیعت کا ارادہ کرو اس چیز پر جس کو میں نے تمہارے لئے خرچ کیا تو میں تمہارے لئے ہوں اور اگر میں اس سے ہٹ جاؤں تو پھر میری بیعت تم پر لازم نہیں اور اگر تم کسی کو اس امر خلافت پر مجھ سے زیادہ قوی پاؤ تو میں سب سے پہلا شخص ہوں جو اس سے بیعت کریگا اور اس کی اطاعت میں داخل ہوگا۔ واستغفر اللہ لی ولکم اھ (تاریخ الخلفاء)

کیا بلکہ غایت تحمل سے کام لیا اور تاکیدی اعلانات کئے کہ ہم سے جو کوتاہی ہوجائے وہ بلاخوف ہمارے سامنے پیش کردو تاکہ ہم اس کی اصلاح کریں۔ اگر اختلاف کرنے والے کو قتل کرنا واجب ہوتا تو یہ حضرات قدرت کے باوجود ترک واجب کا گناہ اپنے سر نہ لیتے۔

۸۔ امام کا مقام بہت بلند ہے اس کو حق جل شانہ کی بارگاہ میں اپنا نمائندہ بناکر نماز ادا کی جاتی ہے وہ اعلےٰ صفات کے ساتھ متصف ہونا چاہیئے احکام نماز کا وہاں سب سے زیادہ عالم ہو قرآن کریم تجوید کے ساتھ صحیح پڑھتا ہو سب سے زیادہ متقی ہو وغیرہ وغیرہ۔ الاحق بالامامة تقديما بل نصبا الاعلم باحكام الصلوٰة بشرط اجتنابه الفواحش الظاهرة ثم الاحسن تلاوة وتجويدا للقرأة ثم الاورع اى الاكثر اتقاء للشبهات[1] اھ درمختار علی ہامش ردالمحتار ص۳۷۴ ج۱، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ امام نے بھول کر غلطی کی تو مقتدی کو اس غلطی میں بھی اتباع لازم ہوتا ہے تاکہ امام کی مخالفت فعلاً لازم نہ آئے مثلاً قنوت، تکبیرات العید، قعدہ اولیٰ سجدۂ سہو، سجدہ تلاوت اگر امام ترک کردے تو مقتدی بھی اتباع امام میں ترک کردے امام کی مخالفت نہ کرے تجب متابعة الامام فى الواجبات فعلا وكذا تركا ان لزم من فعله مخالفة الامام فى الفعل كتركه القنوت او تكبيرات العيد او القعدة الاولى او سجود السهو او التلاوة فيتركه لزوما[2]

[1] امامت کا زیادہ مستحق مقدم کرنے کے لئے بلکہ مقرر کرنے کے لئے وہ شخص ہے جو احکام صلوۃ کا زیادہ جاننے والا ہے ظاہری گناہوں سے بچنے کی شرط کے ساتھ۔ پھر وہ شخص زیادہ مستحق ہے جو سب سے تلاوۃ اچھی کرنے والا ہو اور قرآن تجوید سے زیادہ پڑھنے والا ہو۔ پھر وہ جو زیادہ پرہیزگار ہو۔ شبہات سے بچنے کے اعتبار سے (درمختار)

[2] امام کی متابعت واجبات میں لازم ہے فعلاً بھی اور اسی طرح ترکاً بھی۔ اگر اس کے کرنے سے امام کی مخالفت فعل میں لازم آتی ہو جیسے (امام) کا قنوت۔ تکبیرات عید یا قعدۂ اولیٰ یا سجدۂ سہو یا سجدۂ تلاوت کا ترک کردینا کہ ان سب کو مقتدی بھی ترک کردیگا (اگر امام ان کو ترک کردے)

ایضاً۔اھ شامی ص۳۱۶ ج ۱۔ **لیکن ہر غلطی کا یہ حکم نہیں۔**

جو امور بدعت ہوں یا منسوخ ہوں یا نماز سے ان کا تعلق نہ ہو ان میں امام کا اتباع نہیں کیا جائیگا۔ مثلاً ایک سجدہ زائد کرے یا تکبیرات عید میں اقوال صحابہ پر زیادتی کرے یا نماز جنازہ میں چار سے زائد تکبیر کہے یا پانچویں رکعت کے لئے بھول کر کھڑا ہو جائے تو ان صورتوں میں امام کا اتباع نہیں کیا جائے گا وانہ لیس لہ ان یتابعہ فی البدعۃ والمنسوخ وما لا تعلق لہ بالصلوۃ فلا یتابعہ لو زاد سجدۃ او زاد علی اقوال الصحابۃ فی تکبیرات العیدین او علی اربع فی تکبیر الجنازۃ او قام الی الخامسۃ ساھیاً [1] اھ شامی ص۳۱۶ ج ۱۔

سنن میں فعلاً امام کا اتباع واجب نہیں مثلاً امام تکبیر تحریمہ کے لئے رفع یدین نہ کرے یا ثناء نہ پڑھے یا رکوع وسجود کے لئے تکبیر نہ کہے یا سبحان ربی العظیم اور سبحان ربی الاعلیٰ نہ پڑھے یا سمع اللہ لمن حمدہ نہ کہے تو ان امور میں امام کا اتباع واجب نہیں۔ وانہ لا تجب المتابعۃ فی السنن فعلاً وکذا ترکا فلا یتابعہ فی ترک رفع الیدین فی التحریمۃ والثناء وتکبیر الرکوع والسجود والتسبیح فیہما والتسمیع [2] اھ شامی ص۳۱۶ ج ۱

اگر امام کسی واجب قولی کو ترک کر دے جس کے کرنے سے واجب فعلی میں مخالفت

---

[1] اور بے شک مقتدی کے لئے یہ جائز نہیں کہ امام کی بدعت میں یا منسوخ میں یا ان چیزوں میں جن کا نماز سے تعلق نہیں اتباع کرے پس مقتدی امام کا اتباع نہ کرے اگر امام سجدہ زیادہ کر دے یا تکبیرات عیدین میں اقوال صحابہؓ پر زیادتی کرے یا بھول کر پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے۔ (شامی)

[2] سنن میں متابعت واجب نہیں نہ فعلاً ایسے ہی نہ ترکاً پس اس کی (امام) کی متابعت تحریمہ میں رفع یدین کے ترک کرنے میں نہ کرے اسی طرح ثناء۔ تکبیر۔ رکوع وسجود اور انکی تسبیح اور تسمیع کے ترک کرنے میں بھی اس کی متابعت نہ کرے۔

لازم آتی ہو مثلاً تشہد، سلام، تکبیر تشریق کو ترک کردے تو اس میں امام کا اتباع نہیں کیا جائیگا وکذا لایتابعه فی ترك الواجب القولی الذی لایلزم من فعله المخالفة فی واجب فعلی کالتشهد والسلام وتکبیر التشریق[۱] اھ شامی ص۳۱۶ ج۱

ہر فرض میں اتباع امام کو کلیتاً فرض کہنا بھی صحیح نہیں وکون المتابعة فرضا فی الفرض لایعم علی الاطلاق لما مر جوابه من ان المسبوق لو قام قبل قعود الامام قدر التشهد فی الصلوٰة تصح صلوته ان قرأ ماتجوز به الصلوٰة بعد قعود الامام قدر التشهد والالا مع انه لم یتابع فی القعدة الاخیرة فلو کانت المتابعة فرضا فی الفرض مطلقا لبطلت صلوته[۲] اھ شامی ص۳۱۶ ج۱

(۹) جس شخص کی امامت کو قوم ناپسند کرے اس لئے کہ اس میں خرابی ہے یا اس سے زائد لائق امامت دوسرے آدمی موجود ہیں پھر وہ شخص جبراً امام بنکر نماز پڑھائے تو اس کے لئے ایسا کرنا مکروہ تحریمی ہے اس کی نماز مقبول نہیں ولو ام قوما وھم له کارھون ان الکراھة لفساد فیه اولانھم احق بالامامة منه کره له ذلك تحریما لحدیث ابی داؤد لایقبل الله صلوة من تقدم قوما

---

[۱] اور اسی طرح اس کی (امام کی) متابعت اس واجب قولی کے ترک کرنے میں نہ کرے کہ جس کے کرنے سے واجب فعلی میں مخالفت لازم نہ آتی ہو جیسے تشہد، سلام، تکبیر تشریق۔ (شامی۔)

[۲] اور متابعت کا فرض میں فرض ہونا علی الاطلاق صحیح نہیں۔ فقہاء کے تصریح فرمانے کی وجہ سے کہ مسبوق اگر نماز میں امام کے قعود بقدر تشہد سے قبل کھڑا ہو جائے اس کی نماز صحیح ہو جائے گی اگر اس نے امام کے قدر تشہد قعود کے بعد قدر ما تجوز به الصلوٰة تشہد کی قرأت کرلی ورنہ نہیں باوجود اس کے کہ اس نے قعدۂ اخیرہ میں متابعت نہیں کی۔ پس اگر متابعت مطلقاً فرض میں فرض ہوتی تو اس کی نماز باطل ہو جاتی۔ (شامی)

وھو لہ کارھون[1] اھ درمختار ص ۳۷۶ ج ۱۔

قدرِ سنت سے قرأت واذکار کو طویل کرنا جو کہ قوم پر بار ہو مکروہ تحریمی ہے۔ ویکرہ تحریما تطویل الصلوٰۃ علی القوم زائدا علی قدر السنۃ فی قراءۃ واذکار[2] (اھ ص ۳۷۹ ج ۱)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عشاء کی نماز میں قرأت طویل کی ایک مقتدی نے نماز توڑ دی معاملہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا تو امام صاحب ہی کو تنبیہ فرمائی فاقبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی معاذ قال یا معاذ افتان انت. اقرأ والشمس وضحاھا. والضحیٰ. واللیل اذ یغشیٰ. سبح اسم ربک الاعلیٰ[3] (متفق علیہ) مشکوٰۃ شریف ص ۷۹۔ یہاں سے قرأت مسنونہ کا انداز ہوا۔

ایک شخص نے حاضر خدمت ہو کر شکایت کی کہ فلاں شخص صبح کی نماز طویل پڑھاتا ہے جس کی وجہ سے میں شریک نماز نہیں ہوتا۔ یہ شکایت سن کر امام پر بہت شدید عتاب فرمایا عن قیس بن حازم قال اخبرنی ابو مسعود رضی اللہ عنہ ان رجلا قال واللہ یا رسول اللہ انی لاتاخر عن صلوٰۃ الغداۃ من اجل فلان مما یطیل بنا فما رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی موعظۃ اشد غضبا

---

[1] اگر قوم کی امامت کی اور وہ قوم اس کی امامت سے ناخوش ہو اگر یہ قوم کی ناخوشی امام کے کسی فساد کی بناء پر یا اس لئے کہ وہ (قوم) اس کے مقابلہ میں زیادہ مستحق امامت ہے تو یہ اس کے لئے مکروہ تحریمی ہے ابو داؤدؒ کی حدیث کی وجہ سے کہ اللہ پاک اس شخص کی نماز قبول نہیں فرماتے جو قوم سے آگے بڑھ کر انکی امامت کرے اور وہ (قوم) اس سے ناخوش ہوں۔ [2] اور نماز کو قوم پر قدرِ سنت سے زائد قرأت و اذکار میں طویل کرنا مکروہ تحریمی ہے (درمختار) [3] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت معاذ رضی اللہ عنہ پر متوجہ ہوئے اور فرمایا معاذ رض! کیا تو فتنہ میں ڈالنے والا ہے والشمس وضحیہا. والضحیٰ. واللیل اذا یغشیٰ. سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھا کرو۔ (مشکوٰۃ)

منہ یومئذ ثم قال ان منکم منفرین فایکم صلی بالناس فلیتجوز فان فیہم الضعیف والکبیر وذا الحاجۃ (متفق علیہ الخ مشکوٰۃ شریف ص۱۰۱ ج ۱)

تمام عالی صفات کے باوجود اگر امام سے نماز میں غلطی ہو جائے خواہ سہواً ہی ہو اس سے کلیۃً صرف نظر نہیں کیا جائیگا بلکہ اس کو متنبہ کیا جائے گا اگر قرأت میں غلطی ہو جائے تو نماز کو فساد سے بچانے کے لئے لقمہ دیا جائے گا غلطی فاحش ہو جانے کی صورت میں اعادہ نماز کا حکم ہوگا۔ اگر صلوٰۃ رباعی میں تیسری رکعت پڑھ کر بیٹھنے لگے تو اس کو یاد دلایا جائیگا کہ کھڑا ہو جائے۔ اگر چوتھی پڑھ کر کھڑا ہونے لگے تو اس کو بٹھایا جائیگا اگر وہ نہ بیٹھے تو اس کا اتباع نہیں کیا جائیگا۔ اگر امام سے سہواً کوئی واجب ترک ہو جائے تو سجدۂ سہو سے مکافات کی جائے گی اگر نماز میں واجب کا ترک ہونا یاد ہی نہ آیا۔ یا قصداً سجدۂ سہو نہ کیا یا عمداً واجب کو ترک کیا تو اعادۂ نماز کا حکم ہوگا۔

غرض اصلاح نماز کی کوشش میں امام کے بلند درجات حائل و مانع نہیں۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھول ہوگئی تو مطلع ہونے پر مکافات فرمائی۔ نیز ارشاد فرمایا۔ انما انا بشر مثلکم انسی کما تنسون فاذا نسیت فذکرونی[۲]
متفق علیہ الخ مشکوٰۃ ص۹۲۔

یہ بھی حکم فرمایا کہ میرے قریب اہل عقل وفہم کھڑے ہوا کریں (تاکہ اگر کوئی بات پیش

---

[۱] ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) واللہ میں نماز فجر سے پیچھے ہٹ جاتا ہوں فلاں کی وجہ سے ان کے ہمارے ساتھ نماز کو طویل کرنے کی وجہ سے۔ پس میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیحت میں اس دن سے زیادہ غصہ ہونے والا نہیں دیکھا۔ اور ارشاد فرمایا تم میں بعض لوگ نفرت دلانے والے ہیں۔ تم میں جو لوگوں کو نماز پڑھائے تو اختصار کرے اس لئے کہ ان میں کمزور، بوڑھے، ضرورتمند ہوتے ہیں۔

[۲] میں تم ہی جیسا بشر ہوں تمہاری طرح میں بھی بھولتا ہوں پس جب میں بھولوں تو مجھ کو یاد دلا دیا کرو (مشکوٰۃ شریف)

آجائے تو نماز کو فساد سے بچانے میں سہولت رہے۔ لیلینی منکم اولوا الاحلام والنهی[1] الخ شامی ص۳۸۴ ج۱۔

مسلمانوں میں دینی انحطاط بڑھتا جارہا ہے امامت کے اوصاف بھی کم ہوتے جارہے ہیں۔ ایک مسئلہ بیان کرتے ہوئے فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھنا پڑا الجہل فی القراء غالب[2] الخ شامی ص۴۰۳ ج۱۔

امامت کو بہت سے حضرات نے پیشۂ معاش بنالیا ہے۔ متولی صاحبان بھی ان سے تاجروں کی طرح معاملہ کرتے ہیں جو امام کم نرخ کا ملتا ہے اس کو رکھتے ہیں مختلف علاقوں میں اماموں کی ذمہ داریاں بھی عجیب عجیب دیکھنے میں آتی ہیں اور ان کی آمدنی کے شعبے بھی عجیب عجیب ہیں۔ ایک امام صاحب سے ملاقات کے لئے جانا ہوا ان کے حجرے میں پانی کے متعدد گھڑے رکھے ہوئے تھے دریافت کرنے پر بتایا کہ محلہ کی مستورات جب ایام ماہواری سے فارغ ہوتی ہیں تو وہ پانی کا گھڑا امام صاحب کے پاس بھیجتی ہیں امام صاحب چند مخصوص آیتیں اور سورتیں پڑھ کر اس پر دم کرتے ہیں۔ اس پانی سے مستورات غسل کرتی ہیں تب پاک ہوتی ہیں۔ ہر گھڑے پر دم کرنے کا معاوضہ بھی ہوتا ہے۔ اگر امام صاحب سفر میں گئے ہوں تو جب تک وہ واپس آکر پانی پر دم نہ کریں تو وہ پانی غسل کے لئے کارآمد نہ ہوگا وہ ماء طہور نہ بنے گا۔ امام صاحب کے دم کرنے سے اس میں طہوریت کی صفت آئے گی۔ اس دم کرنے میں امام صاحب کسی کو اپنا نائب بھی نہیں بناتے اس لئے مستورات کئی کئی روز بلا غسل اور بلا نماز رہتی ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اہل محلہ کی میت کو غسل دینا اس کی نماز پڑھانا اس کو قبر میں رکھنا پھر سوئم وچہلم وغیرہ یہ سب چیزیں امام صاحب ہی کے متعلق رہتی ہیں۔ اور ان میں ہر کام کا معاوضہ بھی ہوتا ہے۔ مرغی، بکری وغیرہ ذبح کی جائے تو وہ بھی امام صاحب ہی ذبح کریں گے۔

---

[1] بالغ اور عقل والے تم میں سے میرے قریب ہوا کریں [2] قراء میں جہل غالب ہے۔

اوراس کا معاوضہ لیں گے۔ عیدالاضحیٰ میں چرم قربانی اور عیدالفطر میں صدقۃ الفطر کو امام صاحب کا حق سمجھا جاتا ہے۔

فاسق کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے واما الفاسق فقد عللوا کراهة تقديمه بانه لايهتم بامر دينه وبان فى تقديمه تعظيم وقد وجب عليهم اهانته شرعا ولا يخفى انه اذا كان اعلم من غيره لاتزول العلة فانه لايؤمن عليه ان يصلى بهم بغير طهارة فهو كالمبتدع تكره امامته بكل حال بل مشى فى شرح المنية على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم لما ذكرنا قال ولذا لم تجز الصلوٰة خلفه اصلا. عند مالك ورواية عن احمد[1] اھ شامی ص۳۷۶ ج ۱۔

اگر کوئی غیر متقی، بے عمل، فاسق امام مسلط ہو جس کو الگ کرنے پر قدرت نہ ہو تو مجبوراً اس کے پیچھے نماز ادا کرلی جائے تاکہ جماعت ترک نہ ہو۔ فی حدیث ابی هريرة رض والصلوٰة واجبة عليكم خلف كل مسلم برًا كان او فاجرًا وان عمل الكبائر[2] اھ مشکوٰۃ شریف ص۱۰۰۔

---

[1] لیکن فاسق۔ پس اس کی تقدیم کی کراہت کی علت یہ بیان کی ہے کہ وہ امر دین کا اہتمام نہیں کرتا اور یہ کہ اس کے مقدم کرنے میں اس کی تعظیم ہے اوران پر شرعاً اس کی اہانت واجب ہے اور یہ پوشیدہ نہیں کہ وہ جب اپنے غیر سے اعلم ہو تو یہ علت اس سے زائل نہ ہوگی اس لئے کہ اس پر یہ اطمینان نہیں کیا جاسکتا کہ وہ انکو بلا وضو نماز پڑھادے پس وہ مثل مبتدع کے ہے کہ اس کی امامت ہر حال میں مکروہ ہے بلکہ شرح منیۃ المصلی میں تو یہاں تک بیان کیا ہے کہ اس کی تقدیم کی کراہت سے مراد کراہت تحریم ہے بوجہ اس کے جس کو ہم نے بیان کیا۔ فرمایا اور اسی وجہ سے اس کے پیچھے نماز امام مالک رح کے نزدیک اور ایک روایت میں امام احمد رح کے نزدیک بالکل جائز نہیں۔

[2] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے اور نماز واجب ہے تم پر ہر مسلمان کے پیچھے نکوکار ہو یا وہ بدکار اگرچہ وہ کبائر کا مرتکب ہو۔

بعض صحابہ کرام رضؓ نے حجاج کے پیچھے ایسی ہی مجبوری میں نماز پڑھی ہے۔

(۱۰) اگر مجلس شوریٰ میں امام اور مہتمم کے انتخاب یا عزل کا مسئلہ پیش ہو اور اس میں اختلاف رائے ہو تو شرعی دلائل سے ترجیح دی جائے۔ اگر دلائل متساوی ہوں تو قرعہ اندازی کرلی جائے یا اہل علم کی کثرت رائے کو ترجیح دی جائے۔ بے علم اور بے عمل عوام کی کثرت رائے معتبر نہیں۔ فان استووا یقرع بین المستویین اوالخیار الی القوم فان اختلفوا اعتبر اکثرھم وان قدموا غیر الاولیٰ اساؤا بلا اثم[۱] درمختار ص۳۷۵ ج ۱ فان اختلفوا فالعبرة بما اختارہ الاکثر اھ[۲] قال فی شرح المشکوٰة لعلہ محمول علی الاکثر من العلماء اذا وجدوا والا فلا عبرة لکثرة الجاھلین قال اللہ تعالیٰ ولکن اکثرھم لایعلمون[۳] اھ طحطاوی ص۲۰۳۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ نے خلافت کے لئے چند حضرات میں سے حضرت عثمان رضؓ کو اکثریت کی رائے کے پیش نظر انتخاب کیا جس پر پھر سب ہی نے اتفاق کرلیا شروح بخاری فتح الباری، عمدة القاری وغیرہ میں تفصیل مذکور ہے۔

نیز سوال ۱۲ کے جواب میں امام (سلطان) کی رائے کے خلاف کرنے کی ممانعت کے ذیل میں شامی کی عبارت نقل کی گئی ہے۔ الا اذا اتفق الاکثر انہ

---

[۱] پس اگر وہ سب برابر ہوں تو ان سب کے درمیان قرعہ اندازی کی جائے گی یا قوم کو اختیار ہوگا پس اگر ان میں (قوم میں) اختلاف ہو تو ان میں اکثر کا اعتبار کیا جائے گا اور اگر انھوں نے غیر اولیٰ کو مقدم کردیا تو انھوں نے برا کیا البتہ گنہگار نہ ہونگے (درمختار) [۲] پس اگر وہ آپس میں اختلاف کریں تو اس کا اعتبار کیا جائیگا جسکو اکثر نے اختیار کیا۔ [۳] شرح مشکوٰة میں بیان فرمایا ہے کہ شاید یہ (اکثریت کا اعتبار کیا جانا) جماعت علماء کے اکثر پر محمول ہو جبکہ وہ موجود ہوں ورنہ تو جاہلوں کی کثرت کا کوئی اعتبار نہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَلٰکِنَّ اَکْثَرَھُمْ لَایَعْلَمُوْنَ۔ کہ ان میں اکثر بے علم ہیں (معلوم ہوا جاہلوں کی کثرت کا اعتبار نہیں)۔ طحطاوی

ضرر فیتبع۱ھ

کثرت رائے کو اگرچہ وہ اہل علم اور اہل تدین کی ہو بالکل ناقابل اعتبار قرار دینا اور یہ کہنا کہ یہ غیر دینی طریقہ ہے غلط ہے۔ ایک مسئلہ میں اگر فقہاء کرام کا اختلاف ہو تو دیگر وجوہ ترجیح کے علاوہ اس کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ وعلیہ الاکثر۔ علامہ شامی نے ردالمحتار تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ شرح عقود رسم المفتی میں اس کی تصریح کی ہے حدود کے اندر رہتے ہوئے اس پر عمل کرنا گناہ نہیں۔ اور للاکثر حکم الکل تو ایسا مشہور ہے کہ فقہاء نے جگہ جگہ اس سے استدلال کیا ہے۔

(۱۱) حضرت سعد بن ابی وقاص رضہ صوبہ کوفہ کے گورنر تھے عشرہ مبشرہ میں سے تھے بہت قدیم الاسلام تھے مستجاب الدعوات تھے جنھوں نے نماز براہ راست حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھی تھی جنھوں نے کسریٰ کو شکست دی ملک فارس کو فتح کیا ان کی شکایت کی گئی جس میں تھا کہ یہ نماز ٹھیک نہیں پڑھاتے۔ انہ لایحسن یصلی۔ حضرت عمر رضہ نے خود ان سے نماز کی کیفیت کو دریافت کیا اور سُن کر فرمایا کہ میرا بھی یہی خیال ہے کہ تم اسی طرح پڑھاتے ہو گے (یعنی شکایت غلط ہے) پھر آدمی کوفہ بھیج کر تحقیق کی تو سب نے ان کی تعریف کی مگر ایک شخص نے شکایت کی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دعاء کی کہ یا اللہ اگر یہ شخص جھوٹا ہے تو اس کے ساتھ ایسا ایسا ہو۔ چنانچہ اس کا بہت برا حال ہوا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شکایت غلط ہونے پر بھی حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو معزول فرما دیا اور انکی جگہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو متعین فرما دیا۔ بخاری شریف ص۱۰۴ میں یہ واقعہ مذکور ہے اور بھی متعدد مقامات پر اپنی عادت کے موافق امام بخاری نے اس کو بیان فرمایا ہے۔ جس نے جو عہدہ دیا تھا اسی نے واپس لے لیا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے

ا۔ مگر جبکہ اکثر اس پر متفق ہوں کہ یہ ضرر ہے تو اس کا (اکثر کی رائے کا) اتباع کیا جائے گا۔

نہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بد دعا دی نہ ان سے ناراض ہوئے نہ کوئی احتجاج کیا کہ مجھے بلا قصور علیحدہ کر دیا نہ نظام میں کوئی فرق آیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی برأت بھی فرمادی کہ ان کا قصور نہیں تھا بلکہ مصلحۃً وانتظاماً علیحدہ کیا ہے ازالۃ الخفاء ص۲۲۵ میں یہ صاف صاف مذکور ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ علیحدہ کرنے کے لئے قصوروار ہونا بھی ضروری نہیں بلکہ مصلحتاً وانتظاماً بھی علیحدہ کیا جا سکتا ہے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو معزول فرمایا جس کی تفصیل ازالۃ الخفاء ص۲۳۴ میں ہے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے عہدۂ سپہ سالاری سے علیحدہ ہو کر بھی ناخوشی کا اظہار نہیں کیا بلکہ یہ فرمادیا کہ میرا مقصود عہدہ نہیں بلکہ خدمتِ اسلام ہے۔ اب سپاہی ہو کر خدمت کرونگا الجواہر المضیۂ میں متعدد فقہاء و قضاۃ کے متعلق لکھا ہے کہ ان کو فلاں عہدہ دیا گیا پھر معزول کیا گیا پھر عہدہ دیا گیا۔

جب کہ باہم طے کیا گیا کہ عزل ونصب مجلس انتظامیہ کے اختیار میں ہے تو جسطرح مجلس انتظامیہ نے امام صاحب مہتمم صاحب، مدرس صاحب، ملازم صاحب کو عہدہ دیا ان کے لئے تنخواہ مقرر کی کام سپرد کیا اسی طرح مجلس انتظامیہ کو عہدہ واپس لینے اور معزول کر دینے کا بھی حق ہے مگر اس میں نفسانیت نہ ہو للٰہیت ہو ان کی خدمات اور وقار کا لحاظ رکھا جائے تذلیل وتحقیر ہرگز نہ کی جائے امام صاحب ومہتمم صاحب وغیرہ کو خود بھی علیحدہ ہو جانے کا اختیار ہے۔ وہ بھی مجلس انتظامیہ کی تذلیل وتحقیر سے پورا پرہیز کریں۔ اجارہ کا معاملہ طرفین کی رضامندی پر ہوتا ہے۔ ابتداءً بھی بقاءً بھی اگر ماہانہ پر معاملہ ہوا ہے تو جو اس معاملہ کو ختم کرنا چاہے وہ ایک ماہ قبل اطلاع کر دے تاکہ طرف ثانی اپنا دوسرا انتظام کر لے۔ معاملہ ملازمت ختم ہو جانے پر بھی تعلقات میں ناگواری اور کشیدگی نہ ہونے پائے۔

اگر آپ پورا مقالہ ارسال کر دیتے تو ممکن ہے معلومات میں اضافہ ہوتا اور جواب کے

لئے مزید بصیرت حاصل ہوتی۔

ایقاظ:- جو شخص امارت کی حرص یا طلب کرے وہ اس کا مستحق نہیں۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال انکم ستحرصون علی الامارۃ وستکون ندامۃ یوم القیامۃ فنعم المرضعۃ وبئست الفاطمۃ۔ الی اٰخرہ۔

عن ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ قال دخلت علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم انا ورجلین من قومی فقال احد الرجلین امّرنا یارسول اللہ وقال الآخر مثلہٗ فقال انا لانولی ھذا من سألہ ولا من حرص علیہ[1] الخ بخاری شریف ص۱۰۵۸

امارت کی حرص وطلب کو ناپسند فرمایا گیا اور اس کا انجام قیامت میں خراب بتایا گیا۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو عہدۂ قضا پیش کیا گیا مگر انھوں نے انکار فرمادیا اس کی سزا میں دس کوڑے روزانہ لگتے تھے اور جیل میں ڈال کر زہر دے کر ان کو ختم کردیا گیا مگر وہ اپنے استقلال پر قائم رہے عہدۂ قضا قبول نہیں کیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ ورفع درجتہ آمین فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

تنبیہ:- مجلس منتظمہ (شوریٰ) کی جو کیفیت سوال میں بیان کی گئی ہے اسی کے متعلق جواب تحریر کیا گیا ہے۔ اگر کسی مجلس منتظمہ (شوریٰ) کی کیفیت اس سے مختلف ہو تو اس کا حکم بھی مختلف ہوسکتا ہے۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ مدرسہ جامع العلوم کانپور ۱۰ ر جمادی الثانیہ ۱۳۷۵ھ

---

[1] حضرت ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بیشک تم امارت پر حرص کروگے اور یہ قیامت میں (تمہارے لئے) باعث ندامت ہوگی۔ پس کیا ہی اچھی ہے مرضعہ دودھ پلانے والی اور کیا ہی بری ہے دودھ چھڑانے والی۔ (اگر یہاں چند روز عیش کی زندگی گذاری امیر بنکر مگر نتائج تو اس کے خراب ہیں۔) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا کہ میں اور میری قوم کے دو مرد حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ان دونوں میں سے ایک نے کہا ہمیں امیر بنا دیجئے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے نے بھی اسی کے مثل کہا۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہم اس (امارت) کے والی اس کے طالب اور اس کے حریص کو نہیں بناتے (بخاری شریف)۔